ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
3 ستمبر 2003ء۔ ۵ رجب ۱۴۲۴ھ
www.tanzeem.org
جلد 12 شمارہ 31

- امریکی شہ پر بھارت کی ریشہ دوانیاں (اداریہ)
- سورۂ بنی اسرائیل کی آیات 33-34 (منبر و محراب)
- سامان سو برس کا..... (تجزیہ)

حکومتِ الٰہیہ کے ضمن میں اہلِ ایمان کی ذِمّہ داری

سورۂ حدید کی ابتدا میں دوبارہ یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں: ﴿لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط﴾

''اللہ ہی کے لئے زمین و آسمان کی بادشاہی ہے۔''

آج سارا فساد اسی باعث ہے کہ انسان خود حاکم بن کر بیٹھ گیا ہے اور اسی کا نام بغاوت ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ آسمانوں اور زمین کی حکومت اللہ کی ہے اور زمین پر اس حکومت کو بالفعل قائم کرنے کی جدوجہد میں اپنا تن من دھن لگا دینا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ماننے والوں کا گویا فرضِ منصبی ہے۔ چنانچہ اسی لئے قرآن میں جابجا اہل ایمان سے انفاقِ مال اور بذلِ نفس کا مطالبہ کیا گیا:

﴿اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ﴾

''ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر اور خرچ کرو ان چیزوں میں سے جن پر اس نے تم کو خلیفہ بنایا ہے۔''

یعنی اللہ کی راہ میں لگا دو، کھپا دو اور خرچ کر دو ان تمام چیزوں میں سے جن پر ہم نے تم کو اختیار دیا ہے، تمہیں استخلاف عطا کیا ہے۔ لیکن یہ انفاق، لگانا، کھپانا، خرچ کرنا، جان کا کھپانا، مال کا خرچ کرنا، اپنی صلاحیتیں، اپنی ذہانت، اپنے اوقات لگا دینا، اپنے آپ کو ہمہ تن کھپا دینا کس لئے؟ تاکہ اللہ کا حق بحال (restore) کرایا جائے۔ اس کی حکومت کے اندر بغاوت ہو گئی ہے، انسان اپنی حاکمیت کے مدعی بن کر کھڑے ہو گئے ہیں۔ یہ اس زمین کے بادشاہِ حقیقی کے خلاف عالمگیر بغاوت ہے۔ اور اب انسانی حاکمیت (Human Sovereignty) حاکمیتِ جمہور (Popular Sovereignty) میں تبدیل ہو چکی ہے اور یہ نجاست اب عالمی سطح پر جڑ پکڑ چکی ہے۔ از روئے الفاظ قرآنی: ﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ﴾ یہ فساد بر و بحر کے اندر رونما ہو چکا ہے اور اب یہ نجاست ایک نظریہ کے طور پر تمام انسانوں کے اندر تقسیم کر دی گئی ہے۔ پہلے ایک شخص فرعون یا نمرود کی صورت میں حاکمیت کا دعویٰ کرتا تھا کہ ''اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى'' مگر آج وہ ٹنوں گندگی تولہ تولہ ماشہ ماشہ عام آدمی کو بھی پہنچا دی گئی ہے۔ یہ ہے اصل گمراہی، اصل بغاوت اور اصل فساد۔ اور جو اللہ کا وفادار ہے اس کا فرضِ عین قرار پاتا ہے کہ اس بغاوت کا قلع قمع کرے اور اللہ کا حق اس کو لوٹائے، تاکہ زمین پر اللہ کی حاکمیت بالفعل قائم ہو جائے۔

(بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے سورۂ حدید کے درس سے ایک اقتباس)

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۖۚ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ۝ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝﴾ (آیت 240 تا 242)

''اور جو لوگ تم میں سے مرجائیں اور عورتیں چھوڑ جائیں۔ وہ اپنی عورتوں کے حق میں وصیت کر جائیں کہ ان کو ایک سال تک خرچ دیا جائے اور گھر سے نہ نکالی جائیں۔ ہاں اگر وہ خود گھر سے نکل جائیں اور اپنے حق میں پسندیدہ کام (یعنی نکاح) کرلیں تو تم پر کچھ گناہ نہیں۔ اور خدا زبردست حکمت والا ہے۔ اور مطلقہ عورتوں کو بھی دستور کے مطابق نان ونفقہ دینا چاہئے پرہیزگاروں پر (یہ بھی) حق ہے۔ اسی طرح خدا اپنے احکام تمہارے لئے بیان فرماتا ہے تاکہ تم سمجھو۔''

تم میں سے جو لوگ فوت ہو جائیں اور اپنے پیچھے بیویاں چھوڑ گئے ہوں تو اُن کے لئے لازم ہے کہ اپنی بیویوں کے حق میں وصیت کرتے جائیں کہ ایک سال تک انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالا جائے اور ان کا ساز وسامان اور نان ونفقہ اُن کو دیا جائے۔ یہ حکم بعد میں ختم ہوگیا جب بیوی کا وراثت میں حصہ مقرر کر دیا گیا۔ جیسا کہ پہلے والدین اور اقربین کے لئے وصیت کا حکم تھا مگر بعد ازاں وہ بھی منسوخ ہوگیا اسی طرح یہ پہلا حکم بھی منسوخ ہو چکا ہے کہ فوت ہونے والا بیویوں کے حق میں وصیت کر جائے کہ انہیں ایک سال تک نان ونفقہ اور رہائش فراہم کی جائے اور انہیں گھروں سے نہ نکالا جائے۔ لیکن اگر وہ خود بخود نکلیں یا عدت پوری ہوگئی تو اب وہ نکل سکتی ہیں۔ اور اب اس بارے میں تم پر کوئی حرج نہیں جو بھی وہ اپنے بارے میں فیصلہ کریں۔ وہ اگر نکاح کرنا چاہیں تو کر سکتی ہیں۔ عدت تک تو وہ کچھ نہیں کرسکتیں۔ لیکن عدت کے بعد پورے سال کے لئے ان کا رُکنا ضروری نہیں ہے ہاں اگر انہوں نے کوئی نکاح نہیں کیا ہے تو تمہیں ایک سال تک ان کے نان ونفقے اور رہائش کا بندوبست کرنا ہے۔ یہ حکم تھا جو بعد میں وراثت کا قانون آنے کے بعد منسوخ ہوگیا۔ اللہ زبردست ہے' حکمت والا ہے۔ اس کے تمام احکام حکمت پر مبنی ہیں۔

اسی طرح کا معاملہ مطلقہ عورتوں کا ہے کہ ان کو بھی ساز وسامان دینا اور بھلے طریقے سے گھروں میں رکھنا متقین کی ذمہ داری ہے۔ اس طریقے سے اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنی آیات کو واضح کرتا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو اور سمجھو۔

یہاں سورۃ البقرہ کے اکتیس رکوع ختم ہوگئے۔ یہ مسلسل تین رکوع عائلی زندگی Family life کے متعلق ہدایات پر مشتمل ہیں۔ قرآن مجید میں زندگی کے کسی گوشے سے متعلق اتنے تفصیلی احکام نہیں آئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسانی تمدن کی بنیادی اکائی گھر ہے۔ اگر گھریلو زندگی صحیح بنیادوں پر استوار ہے' گھریلو ماحول خوشگوار ہے' سارے افراد اپنے اپنے فرائض ادا کر رہے ہیں' اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ حقوق پر اکتفا کر رہے ہیں' کہیں ظلم وزیادتی نہیں ہو رہی تو ایسے خاندان مل کر صالح معاشرہ تشکیل دیں گے۔ اس ماحول میں خیر پروان چڑھے گی اور بدی دب جائے گی۔ لیکن اگر خاندان میں فساد ہوگیا' شوہر اور بیوی کے درمیان جھگڑے چل رہے ہیں جو کسی طریقے سے طے نہیں ہو پا رہے' ہر وقت کا لڑائی جھگڑا ہے تو اولاد کی تربیت متاثر ہوگی اور پھر فساد ہی فساد ہے۔ لہٰذا یہاں خاندان کی اکائی کو مضبوط بنیادوں پر استوار کرنے کے اصول بتائے گئے ہیں۔

نعمت کا اثر

((عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ اِذَا اَنْعَمَ عَلٰى عَبْدٍ نِعْمَةً يُحِبُّ اَنْ يُرٰى اَثَرُ نِعْمَتِهٖ عَلٰى عَبْدِهٖ))

(رواہ ابن سعد وابن حبان)

''حضرت عمران بن حصینؓ وابی ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب کسی شخص کو کسی نعمت سے نوازتے ہیں تو اس نعمت کا اثر اس پر دیکھنا پسند کرتے ہیں۔''

نعمت کے اظہار کا ذریعہ طعام ولباس ہے لیکن اس میں صرف اسراف وتبذیر سے بچنا ضروری ہے ورنہ اللہ تعالیٰ نے نعمتیں اور لباس بندہ مومن ہی کے لئے تو اصلاً پیدا کئے ہیں جنہیں استعمال کرنا چاہئے۔

28-8-2003

خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ لاہور

ندائے خلافت

جلد 12 شمارہ 31

28 اگست تا 3 ستمبر 2003ء

(۲۹ جمادی الثانی تا ۵ رجب ۱۴۲۴ھ)

بانی: اقتدار احمد مرحوم

مدیر: حافظ عاکف سعید

نائب مدیر: فرقان دانش خان

ادارۂ تحریر: سید قاسم محمود' مرزا ایوب بیگ
سردار اعوان' محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری

مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-گڑھی شاہو' علامہ اقبال روڈ لاہور

فون: 6316638-6366638 فیکس: 6305110

E-Mail:markaz@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ: 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون

اندرونِ ملک......250 روپے

بیرون پاکستان

☆ یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ
............1500 روپے

☆ امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ
............2200 روپے

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امریکہ کی شہ پر بھارت کی نئی ریشہ دوانیاں

یہ خبر نئی تو نہیں ہے' لیکن پہلی بار ایسا ہوا ہے کہ حکومتِ پاکستان نے قدرے جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ڈپلومیسی کا لبادہ اتار کر ایک واضح اعلان کی صورت میں پوری دنیا کو بتایا ہے کہ بھارت نے پاکستان میں مسلسل بدامنی اور عدم استحکام پھیلانے کے لئے دہشت گردوں کی باقاعدہ تربیت کے لئے 55 تربیتی کیمپ قائم کر رکھے ہیں۔ گزشتہ ہفتے وزارتِ خارجہ کے ترجمان نے اخباری کانفرنس میں ان تربیتی کیمپوں کی بندش کا مطالبہ کیا اور بتایا کہ بھارت میں قائم دہشت گردی کے اِن تربیتی کیمپوں کے بارے میں پاکستان کے پاس مکمل معلومات ہیں کہ یہ کہاں کہاں واقع ہیں اور ان میں کن کن لوگوں کو تربیت دی جا رہی ہے۔

بھارت نے قیامِ پاکستان کے ساتھ ہی اس کی مغربی سرحدوں پر مستقل اضطراب پیدا کرنے کے لئے پختونستان کا سٹنٹ کھڑا کیا تھا' چنانچہ اُس کی شہ پر افغانستان واحد ملک تھا جس نے پاکستان کو اقوام متحدہ کا رُکن بنانے کی مخالفت کی تھی۔ اب کہ سوویت روس کا حلیہ بگڑ جانے' طالبان کے (عارضی) زوال اور امریکی افواج کے غاصبانہ تسلط کے بعد خطے کی جغرافیائی صورتِ حال پختونستان کا بوجھ اٹھانے کے قابل نہیں رہی تو بھارت نے محض پاکستان کو تنگ کرنے کے لئے افغانستان کے متعدد شہروں میں اپنے قونصل خانے کھول کر اُن کو عملاً پاکستان کے خلاف دہشت گردی کے لئے تربیتی کیمپ بنا رکھا ہے' جیسا کہ گزشتہ دو مہینوں کے دوران ان قونصل خانوں کی کارروائیوں سے ثابت ہو چکا ہے' جس کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ صدر کرزئی نے اپنی مرکزی وزارتوں میں اہم تبدیلیاں اسی وجہ سے کی ہیں۔

بھارت کی تازہ شرارت پر اب حکومتِ افغانستان نے انٹرنیٹ پر جاری کئے جانے والے ایک نقشے کے ساتھ ایک تحریر میں مطالبہ کیا ہے کہ کوئٹہ' پشاور اور بلوچ سٹی افغانستان کے علاقے ہیں' جن کو برطانیہ نے لیز ایگریمنٹ کے تحت اپنی عمل داری میں لیا تھا اور جس کی مدت 1993ء میں ختم ہو چکی ہے' لہٰذا پاکستان یہ علاقے افغانستان کے حوالے کر دے نیز برطانیہ افغانستان کی مدد کرے۔

پاک بھارت تعلقات کی گرم جوشی اور وفود کے تبادلوں کی سرگرمی ابھی جاری تھی کہ کارگل اور دراس سیکٹر میں بھارتی فوج کی بڑے پیمانے پر نقل و حرکت کی خبروں کے ساتھ بھارت کے نائب وزیر دفاع چمن لال گپتا نے پاکستان پر الزام عائد کیا ہے کہ اس کے تربیت یافتہ 450 مسلمان گوریلے مقبوضہ کشمیر میں داخل ہونے کے لئے تیار ہیں۔ یہ اور اس قسم کی تازہ سرگرمیاں اس امر کی نشان دہی کر رہی ہیں کہ بھارتی حکمرانوں نے (چچا سام کی شہ پر) مسئلہ کشمیر سے عالمی توجہ اور داخلی مسائل سے اپنے عوام کی توجہ ہٹانے کے لئے پاکستان کے خلاف محاذ آرائی کی دیرینہ پالیسی کو تازہ روپ دیا ہے۔ بھارتی حکمرانوں کو آئندہ سال الیکشن اور بدعنوانیوں کے بے شمار سکینڈلوں کا سامنا ہے' جس کو روکنے کے لئے انہوں نے پاکستان کے خلاف نئے محاذ کھول دیئے ہیں۔ ہمیں اُمید ہے کہ حکومت پاکستان اور ہمارا قومی میڈیا بھارت کی تازہ ریشہ دوانیوں اور ان کے پیچھے امریکی سازشوں کا سخت نوٹس لیں گے۔

(ادارۂ تحریر)

انسانی جان کے احترام اور مال یتیم کی حفاظت کے بارے میں اسلامی تعلیمات

(سورۃ بنی اسرائیل کی آیات 33 اور 34 کی روشنی میں)

مسجد دارالسلام باغ جناح میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کے 15/اگست 2003ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

سورہ بنی اسرائیل کا سلسلہ وار مطالعہ جاری ہے۔ اس سورۂ مبارکہ کے جو دو رکوع اس وقت ہمارے زیر مطالعہ ہیں ان میں اسلامی معاشرے کے خدوخال بیان ہوئے ہیں یعنی یہ کہ اسلامی معاشرے میں کن اقدار کو فروغ دیا جائے گا اور کن چیزوں کی ممانعت ہوگی' اس ضمن میں اگلی ہدایت یہ دی جارہی ہے کہ

''اور نہ قتل کرو کسی جان کو جسے اللہ تعالیٰ نے محترم ٹھہرایا ہو مگر حق کے ساتھ۔'' (آیت: 33)

شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ قتل ناحق ہے۔ یہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ کسی کو یہ اجازت حاصل نہیں کہ وہ کسی کی جان لے۔ انسانی جان کا احترام قرآن کریم میں اس درجے رکھا گیا ہے۔ کہ فرمایا:

''جس نے ایک جان کو ناحق قتل کیا اس نے گویا پوری نوعِ انسانی کو قتل کیا اور جس نے کسی ایک انسان کی جان بچائی گویا اس نے پوری نوعِ انسانی کو بچایا۔''

قتل ناحق ایک مفرد فعل نہیں کہ ایک شخص نے دوسرے کو قتل کر دیا۔ اس کے جو اثرات پورے معاشرے میں پھیلتے ہیں وہ بہت خوفناک ہیں۔ اس کے باعث معاشرے میں بدامنی' انتشار' سکون و اطمینان ختم ہو جاتا ہے۔ اگر ہر وقت اپنی جان' مال اور آبرو کو بچانے ہی کی فکر ہے تو ان حالات میں دینی ذمہ داریاں' فرائض دینی' اللہ سے لو لگانا' اخلاقی و روحانی ترقی کے لئے کوئی کوشش کرنا' اس کا تو خیال ہی نہیں آ سکتا۔ اسی لئے ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

''ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون' مال اور عزت حرام ہے۔''

البتہ چار صورتیں ایسی ہیں کہ جب کسی دوسرے انسان کو قتل کرنے کی اجازت ہے

1۔ قصاص کے قانون کے تحت اسلامی قانون اجازت دیتا ہے کہ مقتول کے وارث قاتل کی جان لے سکتے ہیں۔

2۔ اسلامی حکومت میں شادی شدہ مرد/عورت زنا کا ارتکاب کرے تو اُسے رجم کے ذریعے قتل کیا جائے گا۔

3۔ ایک مسلم اگر اسلام چھوڑ کر مرتد ہو جائے تو وہ بھی قتل کیا جائے گا۔

4۔ جنگ میں حربی کافر کو قتل کرنا جائز ہے۔

یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ پہلی تین صورتوں پر عمل درآمد اُس وقت ہوگا جب اسلامی حکومت قائم ہو۔ اسلامی ریاست میں اگر نفاذ شریعت نہ ہو تو کسی فرد کو اجازت نہیں کہ وہ قانون اپنے ہاتھ میں لے۔

قصاص کے معاملے میں اسی آیت میں مزید ہدایات یہ آئی ہیں۔

''اور جو ناحق قتل کیا جائے تو ہم نے مقتول کے وارث کو (قصاص کے مطالبہ کا) اختیار دے دیا ہے۔ پس اسے چاہئے کہ قتل میں اسراف نہ کرے۔

اعلان داخلہ بی اے' سالِ اوّل

قرآن کالج آف آرٹس اینڈ سائنس

191۔ اتاترک بلاک' نیو گارڈن ٹاؤن' لاہور - فون: 5833637 - 5860024

پنجاب یونیورسٹی کے معین کردہ نصاب کی معیاری تدریس کے ساتھ ساتھ:

- قرآن حکیم کے منتخب مقامات کا ترجمہ و تشریح
- کمپیوٹر کی لازمی تعلیم
- عربی زبان کی تدریس کا خصوصی اہتمام

داخلہ فارم جمع کرانے کی آخری تاریخ 5/ستمبر ہے

ستمبر کے پہلے ہفتے سے تدریس کا آغاز ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ

مزید برآں
F.A.
F.A.(G.Sc.)
I.C.S.
I.Com.
میں لیٹ فیس کے ساتھ داخلے جاری ہیں

ضرور اس کی مدد کی جائے گی۔'' (آیت: 33)

قاتل کو گرفتار کرنا اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔ مقتول کے ورثاء کی دادرسی کی خاطر اپنے تمام تر وسائل کو بروئے کار لا کر قاتل کا سراغ لگانے اور اسے گرفتار کرنے کی ذمہ دار ہے۔ اس کے بعد مقتول کے وارثوں کو تین میں سے کسی ایک بات کو منتخب کرنا ہوگا۔

(i) قاتل کی جان لے لیں۔

(ii) یا اُسے معاف کر دیں۔

(iii) یا خون بہا لے کر جان بخشی کر دیں۔

قتل کی صورت میں بھی اسلام یہ ہدایات دیتا ہے کہ اس میں حد سے تجاوز نہ ہو۔ یعنی ایسا نہ ہو کہ قاتل کو اذیت دے دے کر مارا جائے بلکہ اصل مقصود اس کی جان لینا ہے تو وہ اس انداز سے کیا جائے کہ مقتول کو کم سے کم تکلیف ہو۔ حتیٰ کہ ہمارے دین کی ہدایت ہے کہ جانور ذبح کرتے وقت چھری کو تیز کر لیا جائے تاکہ جانور کو تکلیف کم سے کم ہو۔

اگلی آیت میں ہدایت ہے:

''یتیم کے مال کے قریب بھی نہ پھٹکنا (اور اس کی حفاظت) ایسے طریقے سے ہو جو بہت بہتر ہو یہاں تک کہ وہ جوانی کو پہنچ جائیں۔'' (بنی اسرائیل: 34)

مطلب یہ کہ یتیم چونکہ اسلامی معاشرے کا ایک کمزور فرد ہے لہٰذا اس کی کمزوری سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی بجائے اس کی دولت اور جائیداد کی بہتر انداز میں نگہداشت کی جائے۔ کسی یتیم کی دولت یا جائیداد پر ناجائز تصرف بہت بڑا گناہ ہے۔

اوپر کی آیت کے بقیہ حصے میں فرمایا:

''اور اپنے وعدہ کو پورا کرو کیونکہ تمہیں اس کی جواب دہی کرنا ہوگی۔''

اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

''اس کا ایمان نہیں جو امانت دار نہیں اور اس کا دین نہیں جو اپنے وعدے پورے نہیں کرتا۔''

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں ان اسلامی تعلیمات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

تنظیم اسلامی	کا	پیغام
نظام خلافت	کا	قیام

تنظیم اسلامی کی طرف سے دعوتی مقاصد کے لئے وقت فارغ کرنے کی اپیل پر موصول ہونے والے دو خطوط

محترم بھائی اظہر بختیار خلجی صاحب' ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی

سلام مسنون! امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوں گے!

تازہ ''ندائے خلافت'' میں آپ کی ''ندا'' ''رضا کارانہ تفریغ اوقات کی اپیل'' کے زیر عنوان شائع ہوئی ہے۔

پہلے تو میں سمجھا کہ ''تفریح اوقات'' کی اپیل ہے۔ خوشی ہوئی کہ ہمارے ناظم اعلیٰ صاحب جن کا تعلق صوبہ سرحد سے ہے وہاں پر کالام سوات یا کسی اور صحت افزا پہاڑی مقام پر کوئی کیمپ لگا کر تفریح کرانا چاہتے ہیں مگر جب اعلان کو آگے پڑھا تو پتہ چلا کہ معاملہ ہی کچھ اور ہے۔ ساری خوشی کافور ہوئی کہ اب لینے کے دینے پڑ رہے ہیں۔ (اے بسا آرزو کہ خاک شدہ)

میرے محترم بھائی' محترم ڈاکٹر صاحب نے جن ''مشکلات'' کا آغاز کیا تھا آپ تو براہ کرم ان ''مشکل'' الفاظ کو چھوڑ کر آسان الفاظ استعمال کیا کریں تاکہ ہم جیسے کم پڑھے لکھے مبتدی بھی سمجھ سکیں۔ ''تفریغ'' کو کتنے ساتھی سمجھ پائیں گے؟ کتنوں کو ڈکشنری کنسلٹ کرنی پڑے گی۔ میں نے بھی اندازہ یوں لگایا کہ ''تفریغ'' دراصل ''تفریح'' کے وزن پر ہے' غالباً مصدر ہے۔ اس کا Root فرّح کی طرف سے فرّغ ہوا۔ یعنی گردان یوں بنی فرّغ' یُفرّغ' مفرّغ' مفرّغ تفریغ ـــ معلوم ہوا کہ لفظ ''فراغت'' ہے اس پردۂ زنگاہی میں۔ اس طرح ہم نے پالا مار لیا ـــ براہ کرم ہمارے حال پر رحم فرما کر آئندہ آسان الفاظ استعمال فرمائیں۔ ممنون ہوں گا۔

خاکسار

قاضی عبدالقادر' کراچی

☆ ☆ ☆

بخدمت جناب اظہر بختیار خلجی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' مزاج گرامی! اللہ تعالیٰ ہم سب کا قیام نظام خلفائے راشدین کی سرگرمیوں میں حامی وناصر ہو۔

تفریغ اوقات کے سلسلے میں معروض ہوں کہ مجھ میں تربیتی' دعوتی اور تنظیمی کاموں کی ذرہ بھر بھی صلاحیت نہیں ہے۔ یہ اب کی بات نہیں' جوانی سے بڑھاپے تک یہی صورت حال رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں کبھی بھی اپنے مافی الضمیر کو مخاطب پر نہ واضح کر سکتا رہا' نہ اس کے Counter referecnce کا جواب دے پاتا رہا۔ آج میں وہیں ہوں جہاں مارچ 1975ء میں تنظیم اسلامی میں شمولیت کے وقت تھا۔ حافظہ پہلے بھی صفر تھا آج بھی صفر ہے۔ پڑھا لکھا کچھ یاد نہیں رہتا۔ ابھی جو پڑھا نہ وہ یاد رہا نہ دہرا سکتا ہوں۔ ڈرتا ہوں اور ڈر رہا ہوں کہ میرا اللہ شاید مجھے بھی معاف نہیں فرمائے گا کہ سوائے ٹوٹے پھوٹے نماز' روزہ کے کوئی عمل پلے نہیں ہے۔ نہ حقوق اللہ' نہ حقوق العباد کی ادائیگی سے متعلق۔ عجیب طبیعت پائی ہے کوئی بات تک کی نہیں ہو پاتی۔

نجی زندگی اور معاشرتی زندگی بھی توڑ پھوڑ کا شکار ہے۔ پریشانی اور پریشان حالی سے مغلوب ہوں۔ قبض کی کیفیت کا شکار ہوں' بسط کے لمحات شاید ہی کبھی میسر آئے ہوں۔

یہ ہے میرا مختصر و جامع تعارف۔ آج کل میرے تمام اوقات فارغ ہی ہیں۔ لیکن اب جسمانی کمزوری بھی لاحق ہے۔ جسمانی توانائی بھی پندرہ بیس منٹ چلنے (یعنی گھر سے بس سٹاپ پر پہنچنے تک) سے جواب دینے لگتی ہے۔ ابھی چند دن ہوئے ہومیو پیتھک کی دوائی (ٹانک) استعمال کر رہا ہوں اس سے کافی افاقہ ہو رہا ہے' امید ہے مرکزی دفتر تک آنا جانا ہو جایا کرے گا۔

اندریں حالات آپ جو کام مجھ سے لینا مناسب سمجھیں حاضر ہوں کہ کسی طرح اللہ کی رضا کی تحصیل مقدر بن آئے۔

فقط والسلام

محمد نجیب اللہ خان لاہور' ملتزم رفیق

رجوع الی القرآن کورس

رفقاء واحباب نوٹ فرمالیں:

☆ تدریس کا آغاز یکم ستمبر سے ہو رہا ہے۔

☆ داخلے کے لئے انٹرویو 30 اگست بروز ہفتہ ہوں گے۔

ناظم رجوع الی القرآن کورس' قرآن اکیڈمی' 36۔کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور فون: 03-5869501

سامان سو برس کا......

تحریر : مرزا ایوب بیگ

حکومت اور ایم ایم اے کے درمیان معاملات طے پاتے پاتے رہ گئے ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ سادگی یا سیاسی ناپختگی کی وجہ سے مجلس عمل سے ہاتھ ہو گیا ہے۔ حکومت نے مجلس عمل کو کچھ اس طرح کے اشارے دیئے تھے کہ اگر وہ باوردی صدر کو معقول وقت تک قبول کر لیں تو ان کے باقی مطالبات کو قبول کیا جا سکتا ہے۔ مجلس عمل نے جلد بازی میں باقاعدہ مذاکرات سے قبل ہی اعلان کر دیا کہ وہ باوردی صدر کو اگلے سال اکتوبر تک قبول کر لیں گے اور جب وہ وردی اتار دیں گے تو انہیں سویلین صدر کی حیثیت سے قبول کر لیا جائے گا جس کی پانچ سالہ مدت ہو گی اور اس مدت کا آغاز اکتوبر 2004ء سے ہو گا جب صدر وردی اتار چکے ہوں گے۔ ظاہر ہے اے آر ڈی کی بقیہ جماعتیں صدر کو یہ رعایت نہیں دے سکتی تھیں لہٰذا مجلس عمل اور اے آر ڈی کی راہیں جدا ہو گئیں یہی حکومتی گیم کا اصل ہدف تھا۔ حکومت نے مجلس عمل کو جو اشارات دیئے تھے ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ اپوزیشن میں دراڑیں پڑ جائیں اور وہ اس میں مکمل طور پر کامیاب رہی۔ یہاں تک کہ یوم آزادی پر لیاقت باغ راولپنڈی میں متحدہ اپوزیشن کے جلسے پر کھینچا تانی ہوئی اور مجلس عمل اور اے آر ڈی کے رہنماؤں نے ایک دوسرے کے خلاف بیان بازی کر کے حکومت کو مکمل طور پر لطف اندوز ہونے کا موقع فراہم کیا اور جب حکومت اور اپوزیشن کے مابین مذاکرات اور مفاہمت کے حوالے سے اپوزیشن دو حصوں میں بٹ گئی تو حکومت نے مجلس عمل کو بھی ٹھوٹھا دکھا دیا اور اپنے اس سابقہ موقف پر لوٹ گئی کہ وردی اتارنے کا معاملہ صدر کی صوابدید پر چھوڑ دیا جائے اور مجلس عمل جو باقاعدہ مذاکرات سے پہلے ہی اپنے کارڈز شو کر چکی تھی نہ اِدھر کی رہی نہ اُدھر کی۔ حکومت نے بلکہ صحیح تر الفاظ میں صدر مشرف نے انہیں یکسر مسترد کر دیا اور اے آر ڈی کے لئے وہ مکمل طور پر ناقابل اعتماد ہو گئے۔ صدر مشرف نے اپنی اس حکمت عملی کی وجہ سے نہ صرف متحدہ اپوزیشن میں دراڑیں ڈال دیں بلکہ خود مجلس عمل میں جماعت اسلامی اور جے یو آئی میں اختلافات محسوس کئے جا رہے ہیں۔ قاضی حسین احمد اور مولانا فضل الرحمٰن کے بیانات میں ان اختلافات کی جھلک صاف نظر آتی ہے۔ مجلس عمل نے یہ ٹھوکر کیوں کھائی؟ اس کی وجوہات جیسا کہ اوپر عرض کیا جا چکا ہے سادگی اور سیاسی ناپختگی ہو سکتی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ ڈیڑھ صوبے کی حکومت اور اسمبلی کی نشستوں کے حوالے سے حاصل ہونے والی مراعات اور V.I.P ٹریٹمنٹ بھی پاؤں کی بیڑی بنا ہے۔ یہ خدشہ جان کا وبال بنا رہا کہ اگر حکومت کے ساتھ معاملات نہ کئے گئے تو اسمبلیاں ٹوٹ سکتی ہیں اور آئندہ انتخابات میں اگر نواز شریف اور بے نظیر کی جماعتوں کے راستے میں رکاوٹ نہ کھڑی کی جا سکی تو یہ نشستیں انہیں دوبارہ نصیب نہیں ہوں گی۔ جمعیت العلماء اسلام کے جنرل سیکرٹری اور مجلس عمل کے اہم رہنما مولانا فضل الرحمٰن نے صاف صاف کہہ دیا کہ میں دیکھتا اگر پاکستان پیپلز پارٹی والوں کے پاس پنجاب اور سندھ کی حکومت ہوتی تو پھر بھی وہ مشرف سے ٹکراؤ کی پالیسی اختیار کرتے۔ لہٰذا مشرف کو اسمبلیاں توڑنے کے عمل سے روکنے کے لئے مجلس عمل نے بے صبری کا مظاہرہ کیا اور اپنی ساکھ کو زبردست نقصان پہنچایا۔

صدر مشرف کا رویہ بھی ناقابل فہم ہے نیب کے شکنجے سے بچنے کے لئے ہم خیالوں کا جو گروہ تشکیل پایا تھا ان سیاسی یتیموں کے سوا باقی سب سے وہ محاذ آرائی کر رہے ہیں۔ ضیاء الحق نے پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت ختم کی تھی اور ذوالفقار علی بھٹو کو پھانسی پر چڑھایا تھا ان کی واضح پالیسی یہ تھی کہ PPP والے اور ان کے دوست میرے دشمن ہیں باقی سب سے دوستی اور اتحاد ہو سکتا ہے۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے دشمن چاہے نیشنل عوامی پارٹی کے سیکولر عناصر ہوں یا خالص ملاں ہوں ضیاء الحق انہیں سر آنکھوں پر بٹھاتا تھا جب کہ صدر مشرف کا رویہ عجیب ہے۔ نواز شریف کی حکومت کا تختہ انہوں نے الٹا یا ان کے ساتھ محاذ آرائی بلکہ دشمنی سمجھ آتی ہے۔ لیکن نواز شریف کی سیاسی دشمن بے نظیر بھٹو کو بھی قریب بھٹکنے نہیں دیتے۔ بے نظیر نے شروع شروع میں تعاون کے اشارے دیئے لیکن جنرل نے کوئی لفٹ نہیں کرائی بلکہ اس کے خلاف مہم جوئی کا انداز اختیار کئے رکھا ہے۔ حالانکہ صدر مشرف اور محترمہ بے نظیر دونوں سیکولر ذہن رکھتے ہیں۔ دونوں ملائیت کے سخت دشمن ہیں۔ دونوں مذہبی شعائر کا مذاق اڑاتے ہیں۔ دونوں امریکہ کی محبت میں لوٹ پوٹ ہوتے رہتے ہیں۔ دونوں بھارت سے مذاکرات اور ہر سطح پر دوستی کے شدت سے قائل ہیں۔ کہا جا سکتا ہے کہ بے نظیر کرپٹ ہے اور اس کرپشن کے حوالہ سے صدر مشرف ان کا تعاون حاصل کرنے کو تیار نہیں ہوتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مسلم لیگ (ق) میں کن لوگوں کو جمع کیا ہے اور ان کی سرپرستی کی جا رہی ہے کیا وہ کسی طرح بھی کم کرپٹ ہیں۔ دکھائی یوں دیتا ہے کہ وہ کسی ایسے مضبوط لیڈر کو جو زبردست عوامی قوت رکھتا ہو اپنے قریب بھٹکنے نہیں دیتے۔ کم سیاسی قوت والے کمزور لیڈر ان کے عزائم کی تکمیل میں زیادہ ممد اور معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔ اگرچہ یہ کہا جاتا ہے کہ مجلس عمل نے جو انتخابات میں غیر متوقع کامیابی حاصل کی تھی اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ انہیں حکومت کی حمایت اور آشیرباد حاصل تھی اور انتخابات میں ان کی مدد کی گئی تھی۔ یہ بات درست ہے یا غلط راقم اس سلسلے میں کچھ نہیں کہہ سکتا البتہ ایک بات روز روشن کی طرح عیاں تھی کہ مشرف حکومت نے جس طرح نواز شریف اور بے نظیر کی جماعتوں کے نمائندوں کو انتخابات میں کامیاب ہونے کے حوالے سے بھرپور مزاحمت کی مجلس عمل کے خلاف ایسی کوئی رکاوٹ کھڑی نہ کی گئی البتہ اب ان سے مفاہمت نہیں کی جا رہی اور ان کا تعاون حاصل نہیں کیا جا رہا تو اس ساری گیم کا مطلب یہ ہے کہ امریکہ پر ظاہر کیا جائے کہ مجلس عمل اگرچہ ایک بڑی قوت ہے اور وہ اسمبلیوں میں بہت سی نشستیں جیت کر اپنی اس قوت کا اظہار بھی کر چکی ہے لیکن وہ یعنی صدر مشرف واحد ایسی شخصیت ہے جو مجلس عمل کو روکے رکھ سکتی ہے اور علاقے میں امریکی مفادات کا تحفظ کر سکتی ہے۔ امریکہ سمجھتا ہے کہ پاکستان میں صدر مشرف ان کی مجبوری اور ضرورت ہے لیکن اس کی خواہش تھی کہ وہ اس کام میں بے نظیر کو اپنا اتحادی بنائے کیونکہ ان میں ازحد ذہنی ہم آہنگی ہے لیکن مشرف اس جال میں پھنسنے کو تیار نہیں۔ وہ بے نظیر کے لئے امریکی پسندیدگی کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ کسی وقت محترمہ کو ان کے متبادل کے طور پر منتخب کیا جا سکتا ہے لہٰذا وہ پیپلز پارٹی کو بے نظیر کے بغیر قبول کرنے پر تیار ہیں۔ یہ خواہشات کی تکمیل اور اختیارات و مفادات کے حصول کی جنگ ہے جو لڑی جا رہی ہے۔ امریکہ مشرف تعاون اس لئے بھی جاری ہے کہ امریکہ افغانستان میں اپنے پاؤں جما نہیں سکا۔ اور عراق میں بھی شدید مزاحمت جاری ہے۔ اور اسے مسلمان ممالک میں ایسے حکمرانوں کی ضرورت ہے جو اس کے اشارہ ابرو پر حرکت کریں۔ وہ صدر بش جو اپنی انتخابی مہم کے دوران یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ پاکستان کے صدر کا نام کیا ہے وہ آج صدر مشرف کی قصیدہ گوئی میں رطب اللسان ہیں لیکن کاش صدر مشرف پاکستان کے سابقہ حکمرانوں کے امریکیوں کے ساتھ تعلقات کا جائزہ لیں۔ صدر کینیڈی اور

(باقی صفحہ 8 پر)

جہاد سے پہلے حج

تحریر: سید قاسم محمود

نکاحِ بیوگان' قبر پرستی کی مخالفت اور دوسری بدعتوں کے خلاف مسلسل مہم' یہ اس تحریک کے بنیادی اُصول تھے اور اُنہی کی تلقین سے یہ عام مسلمانوں میں ایک نئی زندگی کے آغاز کے خواب دیکھ رہے تھے۔ سید احمد اور اُن کے رفقاء نے تقریباً پانچ برس تک ہندوستان کے مختلف گوشوں میں انہی بنیادوں پر وعظ و نصیحت کا سلسلہ جاری رکھا اور صرف وعظ و نصیحت ہی تک یہ سلسلہ جاری نہ رہا' بلکہ اس تحریک کو الگ صورت دینے کے لئے تصوّف کا ایک نیا طریق جو اس تحریک سے مخصوص تھا' شروع کیا۔ یہ ''طریقِ محمدیہ'' تھا جو غالباً خاص طور پر دوسرے طریقوں سے الگ کیا گیا اور تحریکِ جہاد کے تنظیمی ڈھانچے کے لئے اپنایا گیا' ورنہ الگ سے کوئی اپنا طریق مخصوص کرنا کوئی معنی نہ رکھتا تھا' کیونکہ اس وقت ہندوستان میں تین طریق رائج تھے' قادری' نقش بندی اور چشتی۔ مجدد الف ثانی کا سلسلہ جو ایک خاص اہمیت کا حامل تھا' اگرچہ مجددیہ کہلاتا تھا' مگر وہ بھی سلسلہ نقشبندیہ ہی کا ایک حصہ مانا جاتا ہے' لیکن سیّد احمد نے بیعت کا سلسلہ شروع کیا تو آپ ان تینوں سلسلوں اور طریقوں کے علاوہ ایک چوتھے طریق میں بیعت لیتے تھے اور اس کو وہ خود ''طریقِ محمدیہ'' کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ اس طریق خاص کے متعلق ایک بار سوال کیا گیا تو آپ نے جواب دیا: ''یہ طریق محمدیہ خدا کا بتایا ہوا طریقہ ہے۔ اس کا مقصد ہے کہ زندگی کا ہر کام صرف رضائے الٰہی کے لئے کیا جائے' انسان رزقِ حلال حاصل کرے' اس سے خود استفادہ کرے اور اپنے اہل وعیال کو وہی رزق حلال کھلائے۔ تہجد پڑھے' نمازِ فجر بھی اوّل وقت ادا کرے۔ اسی طرح تمام احکامِ الٰہی اور سب سے بڑے حکم یعنی جہاد کی تعمیل کرے۔ غرض چلتے پھرتے' اٹھتے بیٹھتے اور سوتے جاگتے ہر مرحلے پر خدا کی خوشنودی پیشِ نظر رہے۔ اب کسی بستی میں جب ایک شخص اس طریقِ محمدیہ میں شامل ہوتا ہے تو اس کا صاف مطلب یہ ہوگا کہ اس نے ایک ایسی زندگی اپنانے کا اعلان کیا ہے جو باقی آبادی سے مختلف ہوگی' اور کسی تحریک کی رکنیت کا مطلب بھی یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے کو دوسروں سے الگ کر کے ان کے سامنے پیش کرتا ہے۔ ان کو دعوت دیتا ہے کہ دیکھو میں نے یہ زندگی اپنائی ہے' اس میں تمہارے لئے بھی دعوت ہے۔ اس لحاظ سے یہ طریقِ محمدیہ دراصل ایک تحریک اور ایک جماعت کے ڈھانچے کا نام تھا اور یہی ڈھانچا بعد میں یہ طریق احسن استعمال ہوا۔

جہاد سے پہلے حج کیوں؟

بدعات کے خلاف رائے عامہ کو منظم کرنے کے لئے پانچ برس کا عرصہ لگ گیا' لیکن اس پوری مدت میں ساتھ ساتھ ایک باقاعدہ تنظیم کا ڈھانچہ بھی تیار ہوگیا' اور کسی ایک لمحے کے لئے بھی جہاد کے متعلق سست روی سے کام نہیں لیا گیا' بلکہ اصل مقصد ''جہاد'' کو پیشِ نظر رکھا گیا۔ ہر دعوت اور ہر جلسے میں اپنے مقاصد کی اشاعت کے لئے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی گئی۔ لیکن اس کے باوجود جہاد اور ہجرت سے بھی پہلے آپ نے حج کا فیصلہ کیا۔ اس فیصلے کے متعلق مولانا غلام رسول مہر صاحب کا کہنا ہے کہ یہ فیصلہ آناً فاناً اور اچانک ہوا۔ لکھتے ہیں:

''سید صاحب نے نواب امیر خان (آف ٹونک) سے الگ ہو کر جہاد کے لئے جس مستقل تنظیم کا فیصلہ کیا تھا' وہ اس حد تک پوری ہو چکی تھی کہ آپ ہندوستان سے ہجرت کر کے ایک آزاد مقام پر جا بیٹھیں۔ اس طرح اصل کام بھی شروع کر دیتے اور تنظیم کو ساتھ ساتھ پورے اہتمام سے چلاتے۔ چنانچہ لکھنؤ میں مراجعت کے تھوڑے دنوں بعد آپ نے اپنے رفقائے خاص یعنی شاہ اسماعیل شہید' مولانا عبدالحئی اور بعض دوسرے اصحاب کو رائے بریلی سے رخصت فرما دیا تھا کہ اپنے خانگی معاملات کے انتظامات سے پوری فراغت حاصل کر لیں' تاکہ اطمینان اور دلجمعی سے جہاد میں مشغول ہو سکیں' اہل وعیال یا جائیدادوں کی کوئی اُلجھن ان کی یکسوئی اور لگن میں خلل انداز نہ ہو سکے۔ راہِ ہجرت میں قدم اٹھانے کا قطعی فیصلہ ہو چکا تھا۔ صرف انتظار یہ تھا کہ جن اصحاب کو ساتھ جانا ہے' وہ فارغ ہو کر پہنچ جائیں۔ اسی اثنا میں اچانک آپ نے حج کا ارادہ فرمالیا۔''

چنانچہ اس ضمن میں یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک روز نمازِ اشراق کے بعد آپ مسجد تکیہ رائے بریلی کی چھت پر چلے گئے۔ وہاں سے آواز دی کہ سب لوگ چھت پر آ جائیں۔ تمام مرید اور عقیدت مند' جو اس وقت مسجد کے صحن میں موجود تھے' تعمیل کرتے ہوئے چھت پر چلے گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ سیّد صاحب مسجد کی چھت کی منڈیر پر جو گھٹنوں سے اونچی تھی' دونوں ہاتھ ٹیکے کھڑے ہیں اور ندی کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ پھر ارادت مندوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ ہم حج کے لئے چلیں گے۔ اس پر سب عقیدت مندوں اور مریدوں کو حیرانی ہوئی اور انہوں نے دریافت کیا کہ آپ نے تو ہجرت کا ارادہ کر رکھا ہے۔ جواب دیا کہ اب اللہ کی مرضی یہی ہے کہ پہلے حج کیا جائے۔

تبدیلیٔ عزم کا پس منظر

اس عزم میں تبدیلی کی کیا وجہ تھی؟ اس میں بھی اختلاف ہے۔ مولانا عبیداللہ سندھی کا مؤقف یہ ہے کہ اس ضمن میں شاہ عبدالعزیز کی ہدایت اور رہنمائی کارفرما تھی اور انہوں نے اس تحریک کو بین الاقوامی روابط کے قیام اور اس میں وسعتِ نظر لانے کے لئے طے کیا تھا کہ پہلے حج کیا جائے اور پوری جماعت کے ساتھ کیا جائے۔ لیکن مولانا غلام رسول مہر کا خیال ہے کہ اس تبدیلی میں بھی وہی جذبہ کارفرما تھا جو عام بدعات کے خلاف مہم میں تھا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''سوال یہ ہے کہ یکایک ارادہ کیوں بدلا؟ کیوں ضروری سمجھا کہ اقدامِ جہاد سے پہلے حج کریں؟ کیا جذبہ ادائے فرض اس سلسلے میں محرک بنا تھا؟ یہ جذبہ بجائے خود کتنا ہی قابلِ قدر ہو' لیکن جس حد تک میں اندازہ کر سکا ہوں' سید صاحب کے مالی وسائل اس قابل نہ تھے' اور آپ نے حج کے لئے صلائے عام کی جو صدا لگائی تھی' اسے تو اس شرط سے قطعاً کوئی مناسبت نہ تھی' پھر وہ کس وجہ سے اس طرف متوجہ ہوگئے؟ میرے نزدیک اس فیصلے کی وجہ یہ تھی کہ علمائے ہند کے ایک گروہ نے بحری سفر میں (پرتگیزی اور فرنگی قزاقوں کے ہاتھوں) اندیشۂ ہلاکت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے فریضۂ حج کے اسقاط کا فتویٰ دے دیا تھا۔ سیّد صاحب لکھنؤ میں تھے' جب اس قسم کا فتویٰ ان کے سامنے پیش ہوا تھا۔ شاہ اسماعیل نے اسے سختی سے رد کرتے ہوئے حج کو فرض قرار دیا تھا۔''

عبداللہ ملک صاحب بات کو آگے بڑھاتے ہوئے لکھتے ہیں: ''چنانچہ ایک شخص منشی خیرالدین نے اس اصل فتویٰ اور اس کے رد کو شاہ عبدالعزیز کے پاس بھیجا۔ غالباً اسی واقعے سے مولانا سندھی نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ اس غلط رجحان کو ختم کرنے کے لئے شاہ عبدالعزیز نے سیّد احمد اور ان کی جماعت کو حج کے لئے ہدایت کی ہوگی اور اس سفرِ مبارک میں دوسرے فوائد بھی دیکھے ہوں گے جو تحریک کے اصل مقاصد کے لئے بھی مفید ہو سکتے ہوں گے۔ اسی لئے مولانا مہر نے بھی اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ یہ مسئلہ سیّد صاحب کے پیشِ نظر ہوگا۔ وہ سوچتے رہے ہوں گے کہ اس فتنے کے سدباب کے لئے موثر ترین صورت کیا ہو سکتی ہے۔ شریعت کی بناء پر اس کا رد کس طرح کیا جا سکتا تھا'

لیکن اتنا کافی بھی نہ تھا۔ دینی حمیت کا چراغ بجھ رہا تھا۔ استعدادِ عمل نحیف ہو چکی تھی۔ ایسی حالت میں بہانہ ساز طبیعتوں کے لئے غلط اور بے سروپا توہمات بھی ادائے فرض سے کنارہ کشی کی بہت بڑی دستاویز بن سکتے تھے۔ غور وفکر کے بعد سیّد صاحب اس نتیجے پر پہنچے کہ خود حج کریں اور مسلمانوں کو صلائے عام دیں کہ جس کا جی چاہے تیار ہو جائے' خواہ اس کے پاس خرچ ہو یا نہ ہو۔ میں اپنی ذمہ داری پر سب کو حرمین شریفین پہنچاؤں گا اور اللہ کے فضل و کرم سے حج کرا کے واپس لاؤں گا۔"

تحریکوں کی کامیابی کے اصول

تحریکوں کو مقبول اور محبوب بنانے کے لئے بعض اقدام گو بظاہر بہت ہی معمولی ہوتے ہیں' لیکن ان کے نتائج بہت دُور رس ہوتے ہیں۔ یہی حال سیّد احمد شہید کی تحریکِ جہاد کے بعض اقدام کا تھا۔ حج کے لئے یہ صلائے عام مسلمانوں میں ایک عوامی تحریک کو مقبول و محبوب بنانے کے لئے بہت بڑی ضمانت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس اقدام نے تحریک کی مقبولیت میں یکدم کئی گنا اضافہ کیا اور اس کے ساتھ ہی ایک اور غلط رجحان' جو جڑ پکڑ رہا تھا' اس کے خلاف بھی عملی جدوجہد کا آغاز ہو گیا' کیونکہ حج پر جانے کے بارے میں بعض علماء کی جانب سے جو فتوے جاری کئے گئے' ان میں سب سے زیادہ زور زندگی کے خطرے کے پیشِ نظر اس فرض کو ساقط کرنے پر دیا گیا تھا۔ اب ادھر سیّد صاحب کی پوری تحریک کی کامیابی کا دارومدار اس عزم پر تھا کہ مسلمانوں کو موت کا خوف نہ رہے اور وہ اللہ کی راہ میں بغیر کسی جھجک کے اپنی جان کی بازی لگانے پر تُل جائیں' ان میں سے موت کا خوف اٹھ جائے' کیونکہ جہاں سمندر' پرتگیزی اور فرنگی بحری قزاقوں کا خوف جگہ پکڑ لے اور حج جیسے فریضے سے جان چھڑائی جائے' وہاں جہاد کی کامیابی کا کیا امکان رہا!

سیّد احمد نے دُور دراز کے مریدوں ہی کو اپنے ساتھ چلنے پر نہیں ابھارا' بلکہ انہوں نے اپنے عزیز و اقارب کو بھی ہم سفر ہونے کے لئے کہا۔ مولانا غلام رسول مہر لکھتے ہیں کہ اس اثنا میں سیّد صاحب نے اقربا کو دعوتِ عام دے دی' خواہ وہ تکیے میں رہتے تھے یا قطعے میں' نصیر آباد میں رہتے تھے یا جائس میں' بلکہ رائے بریلی کے پٹھانوں اور عام مسلمانوں سے بھی کہا: جس جس کا جی چاہے تیار ہو جائے' خرچ کی ذمہ داری مجھ پر ہو گی۔ زیادہ تر اقربا ابتدا میں کچھ مشوش اور متأمل تھے۔ وہ کہتے تھے کہ علماء نے تو بحری سفر پر امن نہ ہونے کی بناء پر اہلِ ثروت پر بھی حج فرض ہونے سے اختلاف کیا ہے' آپ کے پاس تو ایک دن کا بھی خرچ موجود نہیں۔ پھر کیوں عزیزوں کو خراب اور پریشان کرنے کے درپے ہیں؟ لیکن سیّد صاحب سب سے کہتے تھے کہ ساری تنگی رائے بریلی میں ٹھہرے رہنے تک ہے۔ یہاں سے نکلیں گے تو دیکھ لینا' خدائے قدیر کس طرح ہر ضرورت کا سامان مہیا کرتا ہے۔ میں ہر شخص کو پہلے حرمین شریف بھجواؤں گا اور خود سب سے آخر میں جاؤں گا۔

تحریکوں کے مالی وسائل

تحریکوں کو مالی اعانت کے لئے ایک نہ ایک طریقے پر انحصار کرنا پڑتا ہے۔ سیّد احمد نے بھی مالی اعانت پر انحصار کیا' لیکن یہ نہیں کہا کہ پہلے مالی اعانت حاصل ہو جائے' اس کے بعد تحریک کا کام شروع ہو۔ دراصل جب بھی کوئی تحریک عوام کی خواہشات' ان کے اضطراب اور ان کے مطالبات اور تقاضوں کے لئے منظم ہوتی ہے تو پھر عوام و خواص اس کی مالی اعانت بھی کرتے ہیں۔ یہی حال اس وقت اس تحریک کا ہوا۔ سیّد صاحب نے جس وقت یہ کہا کہ رائے بریلی سے باہر نکلنے کی دیر ہے' یہ سب تنگی دور ہو جائے گی تو ان کو عوام میں اپنی تحریک کی مقبولیت کا احساس تھا۔ اُن کو یقین تھا کہ لوگ خود بخود اس تحریک کی امداد کرنے کے لئے آگے بڑھیں گے اور بذاتِ خود اتنی بڑی جماعت کا اجتماعی طور پر اہل و عیال کے ساتھ حج پر روانہ ہونا بہت بڑا قدم تھا۔ یہ اقدام ارد گرد کے تمام علاقوں میں اس تحریک کی تشہیر کا باعث ہو گا جس سے ان کی ہمدردیاں حاصل ہوں گی اور ہوا بھی یہی کہ یہ قافلہ جس وقت رائے بریلی سے چلا تو چاروں طرف بے سروسامانی تھی۔ بعض گوشوں میں یاس و نااُمیدی بھی تھی اور چہ مگوئیاں بھی تھیں۔ ایک کہتا کہ میرے پاس صرف تین منزل کا خرچہ ہے۔ دوسرا کہتا کہ میرے پاس تو اس کا ایک حصہ بھی نہیں ہے۔ خدا جانے مجھ پر کیا گزرے گی۔ تیسرا کہتا' میں تو اس بات پر حیران ہوں کہ مساکین کے پاس تو پھوٹی کوڑی بھی نہیں' وہ منزلِ مقصود پر کیسے پہنچیں گے اور انہیں قوتِ لایموت کیسے ملے گی؟

لیکن سیّد صاحب کا یہ حال تھا کہ وہ اس بے سروسامانی میں بھی اپنے قافلے کو ہدایات دے رہے تھے کہ کسی سے سوال نہ کرو' تقویٰ کو شعار بناؤ' پختہ ارادہ کر لو کہ مزدوری کریں گے' جو کچھ ملے گا' اس میں سے آدھا کھانے کے مصرف میں لائیں گے۔ آدھا زادِ راہ کے لئے بچائیں گے۔ میں اپنے حج کو اپنے ہمراہیوں کے حج پر مقدم نہ کروں گا۔ اگر زادِ راہ کم ہو گا تو آگے کی جانب تھوڑے تھوڑے ساتھی بھیجتا جاؤں گا۔ جب سارے ساتھی چلے جائیں گے' تب خود جاؤں گا' لیکن رب العلمین سے پوری امید ہے کہ سب کے لئے سامانِ سفر بخوبی درست ہو جائے گا۔

واقعہ یہ ہے کہ اس پورے سفر میں یہی ہوا۔ جیسے جیسے لوگوں کو پتا چلتا کہ سیّد احمد کا قافلہ پہنچ رہا ہے' وہ پہلے ہی سے استقبال کے لئے جمع ہو جاتے۔ اس پورے قافلے کو اپنے ہاں ٹھہراتے' ان کو کھانا کھلاتے' نذر پیش کرتے' جس سے سفر کی کفالت ہو جاتی۔ غرضیکہ یہ قافلہ حج کے لئے چلا' لیکن راستے بھر اس نے تحریک جہاد کے لئے جتنی فضا پیدا کی' وہ غالباً پانچ برس میں نہیں ہوئی تھی۔ سیّد صاحب اور ان کے رفقاء ہر پڑاؤ پر اپنا تبلیغی کام بھی جاری رکھتے' لیکن اس پوری تحریک کا منشور خود پہلے ہی پڑاؤ پر سیّد احمد نے اپنے ایک وعظ میں بیان کیا۔ (منشور آئندہ قسط میں ملاحظہ فرمائیں)

بقیہ: تجزیہ

صدر جانسن کے صدر ایوب کے ساتھ مثالی تعلقات تھے۔ ضیاء الحق تو امریکیوں کے آنکھ کا تارا تھا۔ خصوصاً جب سوویت یونین نے افغانستان پر حملہ کیا تو امریکی انتظامیہ دن رات ان کی بلائیں لیتی تھی۔ محترمہ ویسے ہی پاکستانی کم اور امریکن زیادہ ہیں۔ نواز شریف کو کلنٹن کے ساتھ دوستی پر کتنا ناز تھا۔ کلنٹن تو نواز شریف کا اتنا گرویدہ تھا کہ ہر قسم کے پروٹوکول کو نظر انداز کر کے ہوٹل کے کمرے میں ان کے کف کے بٹن بند کرنے لگا۔ لیکن ہوا کیا۔ امریکیوں نے صدر ایوب کے خلاف تحریک کو مہمیز لگائی۔ اس کا خود ہنری کسنجر نے اعتراف کیا ہے۔ ضیاء الحق کا جہاز کس نے گرایا اب کوئی راز نہیں رہا۔ صدر غلام اسحاق کو محترمہ کی حکومت توڑنے کا کس نے اشارہ دیا۔ کلنٹن اس وقت وائٹ ہاؤس میں آرام فرما رہے تھے جب مشرف نے نواز شریف کا تختہ الٹایا اور جنرل زینی کو اطلاع کر دی۔ Dear Zeni I have taken over۔ صدر مشرف کو اللہ زندگی دے مگر وہ یہ فراموش نہ کریں کہ امریکہ اپنے دوستوں کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے۔ اس لئے پاکستان کی اور خود ان کی عافیت اس میں ہے کہ وہ امریکہ پر اعتماد کرنے کی بجائے پاکستانی عوام پر اعتماد کریں یہاں کے عوامی نمائندوں اور سیاسی اکابرین سے محبت کا رشتہ استوار کریں۔ یہ اقتدار اور جان دونوں کو ایک دن بہر حال جانا ہے لیکن اپنوں سے بیگار اور غیروں سے یاری کا کبھی اچھا نتیجہ نہیں نکلا اگرچہ وہ کمانڈو بھی ہیں اور ذہین انسان بھی۔ وہ اپنے کارڈز بڑی اچھی طرح کھیل رہے ہیں۔ وہ اپنے اقتدار کو خوب اچھی طرح محفوظ بنا رہے ہیں اور مخالفین کو پے در پے شکستوں سے دوچار کر رہے ہیں لیکن یاد رہے یہاں جو آیا اس نے سمجھا پہلے حکمران تو احمق تھے میں اگر فلاں فلاں راستے بند کر دوں تو میری کرسی بڑی مضبوط ہے اور ہر مضبوط کرسی والا اوندھے منہ گر گیا۔ بھٹو کی ذہانت کی ایک دنیا معترف تھی عوامی حمایت کا زعم بھی تھا۔ نواز شریف نے آئینی ترامیم سے خود کو اور اپنے اقتدار کو قلعہ میں محفوظ کر لیا تھا لیکن ہم نے ہمیشہ اس ضرب المثل کو حقیقت بنتے دیکھا "تدبیر کنند بندہ تقدیر زند خندہ" اقتدار و اختیار کو اپنی زندگی کے ساتھ باندھ کر رکھنے والے اکثر دونوں سے محروم ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا اقتدار کو دائمی کرنے والوں کی خدمت میں ہماری اتنی گزارش ہے کہ وہ اس ضرب المثل کو پیشِ نظر رکھیں کہ سامان سو برس کا پل کی خبر نہیں۔

قیام پاکستان کے منفرد پہلو اور مشیت ایزدی کے واضح اشارے

تحریر : ڈاکٹر صفدر محمود

ہندو پاکستان کی صدیوں پر پھیلی ہوئی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو غور و فکر کے نئے دریچے کھلتے ہیں اور یوں محسوس ہوتا ہے جیسے قیامِ پاکستان کی بنیاد کئی صدیاں پہلے رکھ دی گئی تھی اور بعد ازاں تاریخ حالات کو اس مقصد کے سانچے میں ڈھالتی رہی' اس لئے بعض مؤرخین یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ قیام پاکستان ناگزیر تھا اور یہ مشیت ایزدی تھی۔ غور کیجئے تو صدیوں پر پھیلے ہوئے تاریخی سفر کے بعض اہم مقامات اور سنگ میل اس کا واضح ثبوت فراہم کرتے ہیں۔

قدیم ہندوستان کی تواریخ میں سے تاریخ فرشتہ کو ایک معتبر حوالہ کی حیثیت حاصل ہے۔ تاریخ فرشتہ کے صفحہ نمبر 101 پر درج شہاب الدین غوری کا لکھا ہوا ایک خط پڑھ کر میں گہری سوچ میں پڑ گیا۔ غوری نے یہ خط ہندوستان کے مشہور راج پرتھوی راج کے خط کے جواب میں کئی صدیاں قبل 1192ء میں لکھا تھا۔ ترائن کے میدان میں مسلمان اور ہندو افواج ایک دوسرے کے آمنے سامنے کھڑی تھیں۔ پس منظر کے طور پر یہ بات ہمارے ذہنوں میں ہے کہ شہاب الدین غوری دو سال قبل پرتھوی راج سے شکست کھا چکا تھا اور اب ایک فیصلہ کن معرکے کے لئے میدان میں اترا تھا۔ پرتھوی راج ہندوستان میں ہندوؤں کی طاقت کا سمبل اور مضبوط ترین سمجھا جاتا تھا اور اسے ہندو راجاؤں کی پوری حمایت حاصل تھی۔ جنگ سے قبل غوری نے پرتھوی راج کو باہمی صلح کے لئے جو خط لکھا اس میں مطالبہ کیا گیا تھا کہ یا تو موجودہ صوبہ پنجاب' سرحد اور سندھ کے علاقے میرے حوالے کر دو یا پھر فیصلہ کن جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ ان علاقوں کے مطالبے کی بنیاد یہ تھی کہ ان میں مسلمان مقابلتاً زیادہ تھے۔ بلوچستان اس اسکیم میں شامل نہیں تھا کیونکہ وہاں پہلے ہی مسلمانوں کی حکومت قائم تھی۔ بہر حال پرتھوی راج طاقت کے نشے میں مست تھا۔ اس نے غوری کی صلح کی مشروط پیشکش کو ٹھکرا دیا اور یہ علاقے دینے سے انکار کر دیا۔ نتیجے کے طور پر جنگ ہوئی جس میں پرتھوی راج اور اس کے ساتھی ہندو راجاؤں کو شکست فاش ہوئی' پرتھوی راج مارا گیا' ہندوؤں کی کمر ٹوٹ گئی اور غوری نے اس علاقے پر قبضہ کر کے قطب الدین ایبک کو حکمران نامزد کیا جس نے 1193ء میں دہلی پر قبضہ کر کے ہندوستان میں باقاعدہ ایک اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی۔ جنگ ترائن کو ہندوستان کی تاریخ میں ایک اہم سنگ میل کی حیثیت حاصل ہے کیونکہ اس نے ہندوستان کے مقدر کا فیصلہ کر دیا اور ایک اسلامی حکومت کے قیام کی راہ ہموار کر دی۔

غوری کا خط ہمارے لئے غیر معمولی انکشاف کی حیثیت رکھتا ہے اور اس انکشاف کے بہت سے ایسے پہلو ہیں جو گہرے غور و فکر کے متقاضی ہیں لیکن اس موضوع کی طرف بڑھنے سے قبل یہ ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ ہندوستان میں سب سے پہلی اسلامی مملکت کی بنیاد محمد بن قاسم نے رکھی تھی جو ان علاقوں سے کہیں کم تر رقبے پر محیط تھی۔ محمد بن قاسم 712ء میں ہندوستان پر حملہ آور ہوا' فتوحات کرتے کرتے ملتان تک پہنچا اور صرف تین برس کے بعد 715ء میں واپس بلا لیا گیا۔ محمد بن قاسم کی رخصتی کے کچھ ہی عرصہ بعد مسلمان مملکت کمزور ہو گئی اور پھر سرداروں اور حکمرانوں کی بغاوتوں کے سبب چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہو کر رہ گئی۔ اس لحاظ سے صحیح معنوں میں ایک بڑی اسلامی حکومت کے قیام کا کریڈٹ قطب الدین ایبک کو جاتا ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ ان تمام علاقوں میں موجودہ پاکستان پر مشتمل کہیں 1192ء تک مسلمان آبادی ہندوستان کے دوسرے علاقوں کی نسبت قدرے زیادہ کس طرح ہو گئی جبکہ 1192ء تک یہاں کوئی مستحکم اسلامی حکومت بھی قائم نہیں ہوئی تھی۔ بلاشبہ مسلمان حملہ آور اس دوران حملہ کرتے رہے اور اکثر اوقات مال غنیمت لے کر واپس لوٹ جاتے رہے۔ 997ء سے لے کر 1030ء تک محمود غزنوی نے ہندوستان پر 17 حملے کئے جن سے مقامی ہندو ریاستیں کمزور ہوئیں' مسلمان دشمن قوتوں کی کمر ٹوٹی' مسلمانوں کو بالواسطہ تقویت ملی لیکن محمود غزنوی نے بھی ہندوستان میں کسی اسلامی ریاست کی بنیاد نہ رکھی اور اکثر اوقات یہاں سے مال غنیمت لے کر واپس وطن لوٹ گیا۔ گویا اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہندو اور مغربی مؤرخین کا یہ الزام غلط ہے کہ یہاں اسلام تلوار کے زور پر پھیلا کیونکہ جنگ ترائن تک ہندوستان میں نہ کوئی اسلامی حکومت موجود تھی اور نہ ہی مسلمانوں کو اتنی طاقت حاصل تھی کہ وہ بزور شمشیر اسلام پھیلا سکتے۔ ہوا یوں کہ بہت سے اولیائے کرام' صوفیاء اور صالحین اس عرصے میں ہندوستان آ کر آباد ہوئے جن میں خاص طور پر حضرت داتا گنج بخشؒ قابل ذکر ہیں جو محمود غزنوی کی فوج کے ساتھ یہاں آئے اور پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ یہ ان اولیائے کرام کی نگاہ کا فیض تھا کہ مقامی آبادیوں کے دل مسخر ہوتے گئے اور وہ صدیوں کے سفر میں اس طرح حلقہ بگوش اسلام میں شامل ہوئے۔ 1192ء تک موجودہ سندھ' سرحد اور پنجاب کے علاقوں میں مسلمانوں کی آبادی مقابلتاً زیادہ ہو گئی اور یوں قیام پاکستان کی راہ ہموار ہوتی گئی۔

اس مسئلے کے منتخب پہلوؤں پر غور کریں تو ان میں بڑی حکمت کے پوشیدہ راز کھلتے ہیں اور مشیت ایزدی کے واضح اشارے ملتے ہیں۔ غور طلب بات یہ ہے کہ اولیاء کرام تو سارے ہندوستان میں پھیلے ہوئے تھے جن میں دلی' سرہند اور اجمیر شریف خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ لیکن ان علاقوں میں مسلمان اکثریت میں کیوں نہ ہو سکے۔ دوسری قابل ذکر بات یہ ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مسلمان ان صوبوں یا علاقوں میں اکثریت میں ہوئے جو جغرافیائی طور پر ایک دوسرے سے ملحق اور آپس میں پیوست تھے ورنہ اگر مسلمان سرحد میں اکثریت میں ہوتے تو پھر یو پی یا ہندوستان کے دور دراز علاقوں میں اکثریت میں ہوتے تو کیا پاکستان کا مطالبہ کیا جا سکتا تھا یا اسے منوایا جا سکتا تھا؟ جواب نفی میں ہے کیونکہ پاکستان کے مطالبے کی بنیاد ہی یہی تھی کہ صوبہ پنجاب' سرحد' سندھ اور بلوچستان اور بعد ازاں مشرقی بنگال جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں اور جو جغرافیائی طور پر ایک دوسرے سے وابستہ ہیں ان علاقوں پر مشتمل ایک آزاد مسلمان مملکت قائم کر دی جائے جہاں مسلمان اپنے دین' ثقافت اور مذہب کے مطابق زندگی گزار سکیں' گویا یہ مشیت ایزدی تھی کہ مسلمان ان علاقوں میں اکثریت میں ہوئے جو جغرافیائی طور پر ایک یونٹ تھے۔ اس لحاظ سے پاکستان کی بنیاد اسی وقت رکھ دی گئی جب شہاب الدین غوری نے صلح کے لئے پرتھوی راج سے ان علاقوں کا مطالبہ کیا۔ اسی پس منظر میں حضرت قائداعظمؒ نے علی گڑھ میں 1944ء میں خطاب کے دوران کہا تھا کہ پاکستان اسی دن وجود میں آ گیا تھا جس دن ہندوستان کی سرزمین پر پہلے مسلمان نے قدم رکھا کیونکہ مسلمان ایک مخصوص انداز زندگی' ایک منفرد کلچر اور سوچ کی نمائندگی کرتا ہے جو ہر لحاظ سے ہندوستان کی دوسری اقوام سے مختلف اور

الگ ہے۔

مجھے ہندوستان کی تاریخ میں مسلمان اور اسلام میں گہرا ربط نظر آتا ہے اور وہ یوں کہ جب بھی اسلام کو کوئی چیلنج درپیش ہوا یا مسلمانوں کے وجود کو صحیح معنوں میں کسی خطرے کا سامنا ہوا تو ایسی قوتیں نمودار ہوئیں جنہوں نے ان چیلنجوں کا کامیابی سے مقابلہ کیا اور مسلمانوں کو ان خطرات سے بچانے کے لئے تحریکیں چلائیں۔ تاریخی طور پر ہندوستان میں مسلمانوں نے 680 برس تک حکومت کی اور ان کے کل 76 بادشاہ ہوئے۔ سب سے طاقتور حکومت مغلیہ خاندان کی سمجھی جاتی ہے جس کے دور میں اکبر کے دین الٰہی کی صورت میں ہندوستان میں اسلام کو سب سے پہلے ایک سنجیدہ چیلنج کا مقابلہ کرنا پڑا۔ حضرت مجدد الف ثانی اکبر کے دین الٰہی کی راہ میں سد سکندری بنے اور انہوں نے مسلمانوں کی مذہبی رہنمائی کا فریضہ ادا کیا۔ مغلیہ خاندان کی حکومت ماسوا اورنگزیب عالمگیر ایک لبرل حکومت سمجھی جاتی ہے جس کے کم از کم دو یا تین بادشاہ ہندو ماؤں کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ ظاہر ہے کہ اس تناظر میں مغلیہ خاندان نے ہندوستان میں اسلام کی کیا خدمت کرنی تھی۔ اسلام تو اندر ہی اندر اولیائے کرام' صوفیاء اور اہل نظر کی برکت سے پھیلتا رہا۔

اورنگزیب عالمگیر کا انتقال 1707ء میں ہوا اور اس کے بعد مغلیہ سلطنت کمزور ہونے لگی۔ ہندوستان کی تاریخ میں اٹھارویں اور انیسویں صدی مسلمانوں کے لئے انتہائی ابتلاء کا دور تھا کیونکہ اس دوران مسلمان حکومتیں گرنے لگیں' مختلف علاقوں پر مسلمان دشمن قوتیں قابض ہو گئیں اور مسلمان اپنے آپ کو غیر محفوظ محسوس کرنے لگے۔ انگریز اکبر کے دور میں تجارتی مقاصد کے پیش نظر ہندوستان میں آئے تھے اور وہ آہستہ آہستہ اپنے پاؤں پھیلاتے رہے' اثر و رسوخ میں اضافہ کرتے رہے اور اپنی عسکری قوت بڑھاتے رہے چنانچہ انگریزوں نے 1757ء میں جنگ پلاسی میں سراج الدولہ کو شکست دے کر بنگال پر قبضہ کر لیا' 1799ء میں ٹیپو سلطان کو شکست دے کر اس کی سلطنت پر قابض ہو گئے۔ 1764ء میں بکسر کی لڑائی میں مغل بادشاہ شاہ عالم کی شکست کے بعد دہلی کی حکومت بھی انگریزوں کے سامنے سرنگوں ہو گئی' 1808ء میں رنجیت سنگھ نے پنجاب میں سکھ حکومت کی بنیاد ڈالی اور پنجاب میں مسلمانوں کا ناطقہ بند کر دیا۔ حتیٰ کہ شاہی مسجد کو اصطبل میں تبدیل کر دیا۔ مسلمانوں کے اس تنزل اور ابتلا کے دور میں شاہ ولی اللہ نے اصلاح معاشرہ کی تحریک شروع کی' مسلمانوں میں جہاد بیدار کرنے کے لئے منظم پروگرام شروع کیا' مسلمان دشمن قوتوں کو کمزور کرنے کے لئے احمد شاہ ابدالی کو حملے کی دعوت دی اور ساتھ ہی ساتھ مسلمان سرداروں کو خطوط لکھے جن کے مطالعے سے مسلمانوں کی نفسیات اور سوچ سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ ان خطوط کا لب لباب یہ تھا کہ ہندوستان میں مسلمانوں اور اسلام کی بقاء کے لئے کچھ علاقوں میں مسلمان حکومتوں کا قیام ضروری ہے۔ غور کیا جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ یہی سوچ تحریک پاکستان کی بنیاد بنی۔ یہی بات علامہ اقبال نے اپنے خطبہ الٰہ آباد اور قائداعظم کے نام خطوط میں بار بار کہی اور خود قائداعظم بھی اکثر اوقات اس سوچ کا اظہار کرتے رہے۔ دراصل یہ وہ خواب تھا جو ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت کے خاتمے کے بعد ان کے قومی اور اجتماعی لاشعور میں پلتا رہا اور بالآخر اسی خواب کی تعبیر کی ان کو مطالبۂ پاکستان میں نظر آئی۔

شاہ ولی اللہ کے جانشین شاہ عبدالعزیز نے ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا اور سید احمد شہید نے پنجاب کے مسلمانوں کو رنجیت سنگھ کے مظالم سے نجات دلانے کے لئے جہاد کا آغاز کیا۔ 1826ء میں جہادی قافلے صوبہ سرحد کی جانب روانہ ہوئے۔ مجاہدین نے پہلا اور دوسرا مقابلہ جیت کر سرحد پر قبضہ کر لیا' 1827ء میں سید احمد شہید صوبہ سرحد کے امیر المؤمنین مقرر ہوئے اور انہوں نے شریعت کے نفاذ کا اعلان کر دیا۔ رنجیت سنگھ خود پشاور پہنچا اور کچھ قبائلی سرداروں کو اپنے ساتھ ملانے میں کامیاب ہو گیا۔ جن میں یار محمد اور سلطان محمد قابل ذکر ہیں۔ بالاکوٹ کے فیصلہ کن معرکے میں یار محمد مجاہدین کو عین جنگ کے دوران چھوڑ گیا' اپنے باورچیوں کے ذریعے شاہ صاحب کو زہر دلوا دیا' 1831ء میں بالاکوٹ کے مقام پر سید احمد بریلوی اور شاہ اسماعیل شہید ہو گئے یوں شاہ ولی اللہ نے جس تحریک کا آغاز 1731ء میں کیا تھا وہ ایک صدی کے بعد 1831ء میں ختم ہو گئی۔ سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل کا ارادہ تھا کہ وہ اس خطے میں مسلمانوں کو سکھوں سے نجات دلا کر انگریزوں کے خلاف جہاد کریں گے لیکن ان کا یہ خواب ادھورا رہا۔ اسے کسی اور شکل وصورت میں کسی اور طریقے سے شرمندۂ تعبیر ہونا قدرت کو یہی منظور تھا۔

دوسری طرف انگریز آہستہ آہستہ اپنا جال پھیلا رہے تھے اور ہندوستان پر قبضہ جمانے کے لئے شاطرانہ چالیں چل رہے تھے۔ سراج الدولہ' ٹیپو سلطان اور شاہ عالم کی فوجوں کو شکست دینے کے بعد وہ ایک مؤثر عسکری قوت بن کر ابھر چکے تھے۔ انگریزوں نے اسی حکمت عملی کے تحت 1843ء میں سندھ کا الحاق (Annex) اور 29 مارچ 1849ء کو پنجاب کا اپنے ساتھ الحاق (Annexation) کر کے ان صوبوں پر قبضہ کر لیا۔ 1856ء میں انگریزوں نے اودھ کے فرمانروا میر واجد علی کے سسر اور وزیر اعظم میر علی نقی کو اپنے ساتھ ملا کر واجد علی سے دستخط کروا کر اودھ پر قبضہ کر لیا اور میر واجد کو کلکتہ کے ٹمیا برج میں قید کر دیا۔ ایک مؤرخ کے بقول تین میروں نے ہندوستان میں مسلمان مملکتوں کے مقدر کا فیصلہ کر دیا۔ میر جعفر نے پلاسی کے میدان میں سراج الدولہ سے غداری کر کے مسلمانوں کو بنگال کی حکومت سے محروم کر دیا۔ میر صادق نے ٹیپو سلطان سے غداری کر کے مسلمانوں کو میسور کی مملکت میں حکمران سے غلام بنا دیا اور میر علی نقی نے میر واجد سے دستخط کروا کر اودھ انگریزوں کے حوالے کر دیا۔ پنجاب میں رنجیت سنگھ کی حکومت مضبوط بنانے اور سرحد میں مجاہدین سے گفت وشنید اور ان کی شکست میں لاہور کی فقیر فیملی کے ایک سربراہ کا بھی مؤرخین ذکر کرتے ہیں جسے رنجیت سنگھ کے دربار میں ایک اہم حیثیت حاصل تھی۔ ہمارے دوست معیز الدین احمد فرزند مولانا صلاح الدین احمد مرحوم تو دعویٰ کرتے ہیں کہ انہوں نے پنجاب سیکرٹریٹ کے قلعے انارکلی (آرکائیوز) میں محفوظ پنجاب کے انگریز حاکم کا وہ فرمان اپنی آنکھوں سے پڑھا ہے جس کے مطابق لاہور کے ایک معروف خاندان کو ''فوری طور پر'' سید (Declose) ہونے کا تاج پہنایا گیا تھا۔ یاد رہے کہ انگریزی زبان کے سرکاری حکم ناموں میں (with immediate effect) کے الفاظ ضرور استعمال ہوتے ہیں جس کا ترجمہ ''فوری طور پر'' ہوتا ہے۔

1857ء کی جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد انگریز ہندوستان پر چھا گئے' انگریز آئے تو اپنے ساتھ سائنس' ٹیکنالوجی' مواصلات' ریلوے' ماڈرن ایجوکیشن اور ایک سیاسی کلچر بھی لائے۔ انگریزوں کی پالیسیوں کے سبب ہندوستان میں نیشنلزم کا شعور مضبوط ہوا' سیاسی جماعتیں معرض وجود میں آئیں' حق رائے دہی اور انتخابات کا ذکر ہونے لگا' جس سے محدود جمہوریت اور پھر اکثریت و اقلیت کے احساس نے جنم لیا۔

اس صورتحال کے نتیجے کے طور پر مسلمانوں نے شدت سے محسوس کیا کہ وہ اقلیت ہونے کے سبب ہمیشہ ہمیشہ اکثریت کی غلامی کے زنجیروں میں جکڑے رہیں گے انہوں نے محسوس کیا کہ چونکہ وہ اپنے مذہب' ثقافت' تاریخی پس منظر اور قومی سوچ کے حوالے سے ایک علیحدہ قوم ہیں اس لئے انہیں ایک علیحدہ وطن کے حصول کے لئے جدوجہد کرنی چاہئے۔

یہ بھی اپنی جگہ ایک حقیقت ہے کہ سر سید احمد خان سے لے کر قائداعظم تک تقریباً سبھی مسلمان لیڈروں نے اپنے سیاسی کیریئر کا آغاز ہندو مسلم اتحاد کی کوششوں سے کیا لیکن انہوں نے ہندو ذہن' رویے اور تنگ نظری کو قریب سے دیکھ کر اپنی راہیں الگ کر لیں' ہندو مسلم اتحاد کا اہم ترین سنگ میل لکھنو پیکٹ 1916ء تھا جس کا خواب 1928ء

میں نہرو رپورٹ نے پاش پاش کر دیا۔حتیٰ کہ قائداعظم جیسے مستقل مزاج انسان کو یہ بھی کہنا پڑا کہ اب ہمارے راستے الگ الگ ہیں' علامہ اقبالؒ کے خطبہ الٰہ آباد 1930ء نے مسلمانوں کو نئی سوچ دی اور ان میں منزل کا شعور بیدار کیا جبکہ 1935ء کے انتخابات کے نتیجے کے طور پر 1937ء میں چھ صوبوں میں کانگریس کی حکمرانی نے مسلمان عوام کی ہموار کی اور 1940ء میں مسلمانانِ ہند و پاکستان نے مسلم لیگ کے جھنڈے تلے ایک علیحدہ اور آزاد وطن کا مطالبہ کر دیا۔اس کے بعد برطانوی حکومت نے ''مسئلہ ہند'' کا حل ڈھونڈنے کے لئے بہت سی کوششیں کیں جن کی تفصیل کتابوں میں محفوظ ہے لیکن ساری کوششیں اور اسکیمیں ایک ایک کر کے ناکام ہوگئیں۔

سیاسی پیش رفت کے ساتھ ساتھ کچھ ایسے روحانی اشارے بھی ملتے ہیں جو مشیت ایزدی کی جھلک دکھاتے ہیں۔حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ مفسر قرآن' عاشق رسول ﷺ اور روحانی شخصیت تھے۔ ان کے مریدوں اور چاہنے والوں کی تعداد لاکھوں میں تھی۔ ایسے فقیر منش اور صوفی انسان سے آپ صرف حق گوئی کی توقع کر سکتے ہیں۔مولانا حضرت تھانویؒ کے خواہرزادے مولانا ظفر احمد عثمانی فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت نے مجھے طلب فرمایا اور بتایا:

''میں بہت کم خواب دیکھتا ہوں مگر آج میں نے عجیب سا خواب دیکھا ہے' میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا مجمع ہے گویا میدانِ حشر ہے۔ اس میں اولیاء' علماء' صلحاء کرسیوں پر بیٹھے ہوئے ہیں' مسٹر محمد علی جناح بھی اس مجمع میں عربی لباس پہنے ایک کرسی پر بیٹھے ہیں۔میرے دل میں خیال گزرا کہ یہ اس مجمع میں کیسے شامل ہوگئے تو مجھے بتایا گیا کہ محمد علی جناح آج کل ''اسلام'' کی بڑی خدمت کر رہے ہیں اسی واسطے ان کو یہ درجہ دیا گیا ہے''۔بحوالہ تعمیر پاکستان اور علماء ربانی از منشی عبدالرحمٰن' ادارہ اسلامیات لاہور 1992ء صفحہ نمبر 92۔

چار جولائی 1943ء کو حضرت تھانویؒ نے مولانا شبیر احمد عثمانی اور مولانا ظفر احمد عثمانی دونوں کو طلب فرما کر ارشاد فرمایا: 1940ء کی قرارداد پاکستان کو کامیابی نصیب ہوگی' میرا وقت آخر ہے اگر میں زندہ رہتا تو ضرور کام کرتا' مشیت ایزدی یہی ہے کہ مسلمانوں کے لئے ایک علیحدہ وطن بنے۔قیام پاکستان کے لئے جو کچھ ہو سکے کرنا' اپنے مریدوں کو بھی کام کرنے پر ابھارنا۔تم دونوں عثمانیوں میں سے ایک میرا جنازہ پڑھائے گا اور دوسرا عثمانی جناح صاحب کا جنازہ پڑھائے گا''۔بحوالہ قائداعظم کا مذہب و عقیدہ از منشی عبدالرحمٰن 249 اور قائداعظم کی شخصیت کا روحانی پہلو از حبیب اللہ (1998) لاہور صفحہ نمبر 60)

حضرت تھانویؒ نے یہ بات 4 جولائی 1943ء کو کہی تھی اور پھر چشم فلک نے دیکھا کہ چار سال بعد پاکستان دنیا کے نقشے پر بڑی شان و شوکت سے ابھرا' قیام پاکستان سے کئی سال قبل حضرت تھانویؒ کا انتقال ہوا اور ان کی نماز جنازہ مولانا ظفر احمد عثمانی نے پڑھائی جبکہ 1948ء میں قائداعظم کی نماز جنازہ کراچی میں مولانا شبیر احمد عثمانی نے پڑھائی۔

مولانا حسرت موہانی ایک مرد درویش' بے لوث عظیم اور بہادر انسان تھے۔زندگی کا خاصہ حصہ انگریزی راج کے خلاف جدوجہد کرنے کی سزا کے طور پر جیلوں میں گزار دیا اور اکثر اوقات سزا مشقت پائی' اس ضمن میں ان کا یہ شعر زبان زد عام ہے ۔

اک طرفہ تماشہ ہے حسرت کی طبیعت بھی
ہے مشق سخن جاری چکی کی مشقت بھی

مولانا حسرت موہانی نے مسلم لیگ کے کئی اجلاسوں کی صدارت فرمائی اور اتنے دبنگ انسان تھے کہ مسلم لیگ کونسل کے بھرے اجلاس میں اٹھ کر قائداعظم کی پالیسیوں پر تنقید کرتے اور خود قائداعظمؒ ان کا بے حد احترام کرتے تھے۔مولانا کو اللہ تعالیٰ نے غربت کے باوجود گیارہ حج اور بہت سے عمرے نصیب کئے۔مولانا نے زندگی کا بقیہ حصہ مسلم لیگ میں رہ کر حصول پاکستان کے لئے دن رات جدوجہد میں گزار دیا لیکن قیام پاکستان کے بعد ہندوستان میں رہنے کو ترجیح دی کیونکہ ان کی جدوجہد ذات کے لئے نہیں بلکہ قوم و ملت کے لئے تھی۔محترم ظہیر الاسلام فاروقی ایڈووکیٹ اپنی کتاب ''مقصد پاکستان'' (لاہور 1981ء) میں رقم طراز ہیں ''1946ء میں مسلم لیگ کا اجلاس بمبئی میں تھا۔ٹرین میں پیر سید علی محمد راشدی کے ساتھ مولانا حسرت موہانی بھی ہم سفر تھے۔ راشدی صاحب نے مولانا موہانی صاحب سے پوچھا کہ ''کیا مسلم لیگ کا مطالبہ پاکستان مان لیا جائے گا''۔مولانا حسرت موہانی مرحوم نے جواب میں کہا کہ ''پاکستان تو بن جائے گا آگے کی فکر کرو''۔ پھر کہا' میں نے رسول اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا' آنحضور ﷺ نے خود اس کی بشارت دی۔ بعد ازاں میں نے دیوان حافظ سے فال نکالی اور اس کی تضمین میں یہ اشعار کہے۔

جب کہے خواب میں خود آ کے وہ شاہ خوباں
جبکہ حافظ بھی مصدق ہو بہ فال دیواں
تجھ کو حسرت یہ مبارک' سند و مہر و نشاں
پردہ بردار کہ تا سجدہ کنندہ جملہ جہاں

مولانا حسین احمد مدنی کانگریس کے ممتاز لیڈر اور تقسیم ہند کے شدید مخالف تھے۔جن کے بارے میں یہ واقعہ میں نے کئی بزرگوں سے سنا ہے کہ وہ 46-1945ء کے انتخابات کے ضمن میں کانگریس کے لئے ووٹ مانگنے کی غرض سے بنگال کا دورہ کر رہے تھے۔ان کے ہمراہ بہت سے مریدان اور سیاسی کارکن بھی تھے۔اس انتخابی مہم کے دوران انہوں نے نماز فجر کی امامت کے بعد اپنے محدود حلقے میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ آج رات مجھے نبی کریم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی آپؐ نے فرمایا کہ پاکستان کے قیام کا فیصلہ ہو چکا ہے۔حضرت مولانا مدنی یہ کہہ چکے تو ایک مرید اٹھا اور اس نے کہا کہ حضرت چلئے اور اس نے کہا کہ حضرت چلئے اور مسلم لیگ کا ساتھ دیجئے اب اس کے بعد کانگریس کے لئے انتخابی مہم چلانے کا کوئی جواز نہیں' اس کے جواب میں مولانا مدنی نے کہا کہ دینی معاملات میں حضور ﷺ کی پیروی فرض ہے لیکن تکوینی و سیاسی معاملات میں نہیں۔مجھے چونکہ اس واقعے کی کوئی کتاب' سند نہیں مل سکی' محض کئی بزرگوں سے سنا اور بعض اخباری مضامین میں اس کا ذکر پڑھا ہے اس لئے میں اس پر تبصرہ نہیں کرنا چاہتا۔ اس ضمن میں بہت سے واقعات مشہور ہیں لیکن میں نے صرف ان ہستیوں کے حوالے دیئے ہیں جن کی امانت و دیانت شک و شبہ سے بالاتر ہے۔

سیاسی محاذ کی پیش رفت بھی قابل غور ہے اور کچھ ایسے ہی اشارے دیتی ہے کہ انگریز بہرحال ہندوستان کو متحد رکھنا چاہتے تھے اور وہ اسی فریم ورک میں ہندوستان کے مسئلے کا حل تلاش کرنے کے لئے سرگرداں تھے۔ اس ضمن میں بہت سی کوششیں کی گئیں لیکن مشیت ایزدی یہی تھی کہ وہ بار آور نہ ہوں' یہاں کابینہ مشن پلان کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے کیونکہ اسے مسلم لیگ نے قبول کر لیا تھا اور یوں حصول پاکستان دس برس کے لئے ملتوی ہو سکتا تھا کیونکہ کابینہ پلان کے مطابق مختلف گروپ دس سال کے بعد اس انتظام سے باہر نکل سکتے تھے۔ مشیت ایزدی یہی تھی کہ پاکستان کے قیام دس سال کے لئے ملتوی نہ ہو چنانچہ کانگریس نے اس پلان کو مسترد کر دیا اور انگریزوں کے پاس ہندوستان کو تقسیم کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ رہا۔

تقسیم ہند کے اس پہلو پر بھی ذرا غور کیجئے کہ برطانوی حکومت نے ہندوستان کو جون 1948ء میں تقسیم کرنے کا اعلان کیا تھا۔ ماؤنٹ بیٹن مارچ 1947ء میں وائسرائے بن کر آیا تو حالات کا جائزہ لے کر اس نتیجے پر پہنچا کہ تقسیم کو زیادہ عرصے تک لٹکائے رکھنا نہایت خطرناک ہوگا۔ چنانچہ اس نے برطانوی حکومت کو قائل کیا کہ ہندوستان کو جلد از جلد تقسیم کر کے آزادی دے دی جائے۔ یوں اعلان آزادی اور قیام پاکستان کے لئے 14 اور 15 اگست کی نصف شب کا انتخاب کیا گیا جو مسلمانانِ پاکستان کے لئے نہایت نیک شگون' مبارک اور صاحبانِ نظر و باطن کے لئے مشیت ایزدی کا واضح اشارہ تھا

کیونکہ رات ''شبِ قدر'' کی تھی۔ یہ مہینہ رمضان المبارک کا تھا اور پندرہ اگست' ہمارا پہلا یومِ پاکستان جمعۃ الوداع کے روز منایا جانا تھا۔ یہ رمزیں صرف رمز شناس ہی سمجھ سکتے ہیں اور یہ اشارے صرف ان کے لئے ہوتے ہیں جن کے باطن منور اور دل شفاف ہوتے ہیں۔ آپ چاہیں تو مجھے توہم پرستی' رجعت پسندی اور ضعیف الاعتقادی کا طعنہ دے دیں لیکن مجھے تو یہ اشارے غور وفکر کے سامان لگتے ہیں۔

میں ایک ایسے شخص کو جو دنیاوی معیار کے مطابق نہایت پڑھا لکھا تھا یہ سمجھانے کی کوششیں کر رہا تھا کہ پاکستان ایک منفرد قسم کا ملک ہے اور اگر آپ اس کے خمیر اور ضمیر میں جھانکیں تو غور وفکر کا بے پناہ سامان ملتا ہے کہ اسے کس طرح مشیت ایزدی نے صدیوں تک تاریخ کے سانچے میں ڈھالا اور پھر دنیائے اسلام کا سب سے بڑا ملک بنا کر دنیا کے نقشے پر ابھارا۔ اس تناظر میں ان کا یہ سوال ایک فطری ردعمل تھا کہ پھر **1971**ء میں پاکستان کیوں ٹوٹ گیا؟ اقبالؒ کے الفاظ میں تو اس سوال کا جواب کچھ یوں ہے: ؎

فطرت افراد سے اغماض تو کر لیتی ہے
نہیں کرتی کبھی ملت کے گناہوں کو معاف

اگر آپ کو قدرت کی جانب سے کوئی تحفہ یا انعام عظیم ملے تو اس کے کچھ تقاضے بھی ہوتے ہیں اور اگر آپ اور وہ تقاضے پورے نہ کریں تو پھر وارننگ ملتی ہے اور کبھی کبھی سزا بھی۔ مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے پاکستان کی صورت میں ہمیں ایک انعام عظیم بخشا جو ہماری کوتاہیوں' کم نظری' سیاسی ہوس اور نالائقی سے نصف رہ گیا البتہ یہ ایک الگ مسئلہ ہے کہ مشرقی پاکستان آج بھی مشرقی پاکستان ہے صرف ان کا نام بدلا ہے وہ اپنے مزاج' ہندو دشمنی' اسلامی پس منظر اور فکر و نگاہ کے حوالے سے اب بھی مشرقی پاکستان ہی ہے۔

لیکن اس سانحے میں بھی ایک ایسا نقطہ پنہاں ہے جس پر غور کریں تو حیران کن اشارے ملتے ہیں اور فہم و فراست کے نئے دروازے کھلتے ہیں۔ ذرا غور کیجئے کہ بظاہر پاکستان توڑنے کی ذمہ داری تین سیاسی کرداروں پر عائد کی جاتی ہے جبکہ چوتھا کردار فوجی تھا۔ ذرا قدرت کے انتقام پر غور کریں کہ وہ تینوں سیاسی کردار یعنی اندرا گاندھی' شیخ مجیب الرحمٰن اور ذوالفقار علی بھٹو غیر فطری موت کا نشانہ بن کر عبرت کی داستانیں چھوڑ گئے' رہا چوتھا فوجی کردار یحییٰ خان تو وہ بھی گھر کی قید میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرا اور اپنے پیچھے عبرت کی کہانیاں چھوڑ گیا۔ عالمی تاریخ گواہ ہے کہ ملک بنتے اور ٹوٹتے رہتے ہیں' سکڑتے اور پھیلتے رہتے ہیں اور قوموں کے جغرافئے بھی بدلتے رہتے ہیں۔ ابھی کل کی بات ہے کہ ہماری نگاہوں کے سامنے (USSR) روس نامی ایک سپر پاور نے ٹوٹ کر کئی آزاد ممالک کو جنم دیا' پولینڈ' بوسنیا اور سربیا وغیرہ کی تاریخ ہمارے ذہنوں میں تازہ ہے۔ لیکن مجھے عالمی تاریخ میں کوئی ایسی مثال نہیں ملی جہاں ملک ٹوٹنے پر کسی گورباچوف کو پھانسی چڑھایا گیا ہو یا کسی ذمہ دار کردار کو سبق آموز سزا ملی ہو۔ جبکہ پاکستان میں قدرت کا یہ انتقام صرف ایک نسل تک محدود نہیں رہا۔ میں نے عرض کیا ناں کہ غور کرنے والوں کے لئے اس میں عبرت کا بے پناہ ساماں موجود ہے۔ کبھی آپ نے غور کیا کہ پاکستان توڑنے والے تین کرداروں کی غیر فطری اور عبرت ناک موت کے بعد ان کی آئندہ نسل میں سے بھی کسی مذکر/مرد (Male) کو فطری موت نصیب نہیں ہوئی۔ کیا یہ سب کچھ محض اتفاقیہ ہے؟ سوال یہ ہے کہ یہ اتفاق صرف سقوط مشرقی پاکستان کے تین کرداروں کے ساتھ ہی کیوں ہوا؟ پھر بھی کرداروں کے ساتھ کیوں ہوا؟

میں خلوص نیت سے سمجھتا ہوں کہ قیام پاکستان کی تاریخ میں مشیت ایزدی کے واضح اشارے ملتے ہیں اور اس کی بشارت ہمارے نبی کریم ﷺ نے کئی بار دی تھی اس لئے جو بھی اس ملک کی صحیح معنوں میں خدمت کرے گا وہ اس دنیا میں اور اگلے جہان میں بھی عزت پائے گا اور جو اسے کسی بھی طرح نقصان پہنچائے گا اور جو اسے کسی بھی طرح نقصان پہنچائے گا وہ یہاں اور وہاں بھی ذلیل وخوار ہوگا۔ (بشکریہ روزنامہ جنگ: **14**/اگست **2003**ء)

☆ شریعت اور منہاج کا مفہوم کیا ہے؟

☆ منہاج موسویؑ' منہاج عیسویؑ اور منہاج محمدیؐ کا کیا مطلب ہے؟

بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی تقاریر اور تحریروں سے ماخوذ دو اہم سوالوں کے جواب

س: قرآن حکیم کی سورۃ مائدہ میں شریعت اور منہاج کے جو الفاظ آئے ہیں' ان کا مفہوم اور مطلب کیا ہے؟

ج: سورۃ مائدہ میں ''شرعۃ'' کا لفظ آیا ہے' اس مادے سے قرآن مجید میں پانچ جگہ پر الفاظ آئے ہیں' سورۃ الشوریٰ میں یہ مادہ دو جگہ آیا ہے' آیت نمبر 13 میں اور آیت نمبر 21 میں اس کے بعد ''شریعت'' کا لفظ سورۃ الجاثیہ میں آیا ہے جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ شریعتیں دو ہی ہیں' ایک شریعت موسوی اور دوسری شریعت محمدی...... انجیل میں کوئی شریعت نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام شریعت موسوی ہی کی توثیق کے لئے آئے تھے' آج بھی موجودہ بائبل میں ان کے یہ الفاظ موجود ہیں ''یہ ہرگز نہ سمجھنا کہ میں شریعت موسوی کو ختم کرنے آیا ہوں'' دراصل حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ دونوں کی شریعت ایک ہی تھی' کتابیں دو ہونے کے اعتبار سے دو امتیں شمار کی گئیں جیسا کہ سورۃ المائدہ میں آیا ہے درحقیقت شریعت کے اعتبار سے وہ ایک ہی امت تھے' یہ دوسری بات ہے کہ سینٹ پال نے شریعت ساقط کر دی چنانچہ عیسائیت ایسا دین ہے جس میں شریعت سرے سے ہے ہی نہیں' یہ سارا درحقیقت پال ازم ہے' عیسائیت ہے ہی نہیں...... یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ ''شرعۃ'' اور ''شریعت'' کا مفہوم ہے دین' ہدایت اور نظام اور ''منہاج'' کا مطلب ہے طریق کار...... قرآن حکیم میں ہے کہ ''تمام انبیاء و رسل ایک امت واحدہ ہیں''۔ دین تو ایک ہی ہے لیکن موسوی یا عیسوی منہاج' محمدی منہاج سے مختلف ہو سکتا ہے اس لئے ان سب کو ایک دوسرے کے لئے بھی قلب و ذہن میں گنجائش رکھنی چاہئے کہ آخر سب کے سب اللہ کے ماننے والے ہیں۔ اس منہاج پر غور و فکر اور تدبر و تفکر کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ سینوں ذہنوں اور قلوب کے اندر کشادگی پیدا ہو لیکن یہ بات واضح رہنی چاہئے کہ افضل منہاج ''منہاج محمدی'' ہے اور ہمارے لئے حجت صرف منہاج محمدی ہے کیونکہ قرآن میں ارشاد ربانی ہے ''تمہارے لئے اللہ کے رسول محمد ﷺ میں بہترین نمونہ ہے''۔

س: منہاج موسویؑ' منہاج عیسویؑ اور منہاج محمدیؐ کا کیا مطلب ہے؟ اس کے متعلق معلومات درکار ہیں؟

ج: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا رخ فرعون کی طرف تھا۔ قرآن حکیم میں کئی مقامات پر بیان کیا گیا ہے کہ ہم نے موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا کیونکہ فرعون اور اس کے سردار کافر تھے' ان کی طرف بعثت موسوی کا رخ دعوت الی اللہ کی غرض سے تھا۔ سورۃ النازعات میں ہے کہ موسیٰ نے فرعون کو یہی دعوت دی کہ اگر تم اللہ کا قرب حاصل کرنا چاہتے ہو اور تمہاری خواہش ہے کہ تمہارا تزکیہ نفس ہو جائے تو میری پیروی کرو' میں تمہیں صراط مستقیم پر لے چلوں گا۔ بعض اعتبارات سے بعثت موسوی کا نمایاں مقصد یہ بھی تھا کہ وہ ایک بگڑی ہوئی لیکن مظلوم اور محکوم مسلمان قوم یعنی بنی اسرائیل کو غلامی کے پھندے سے نجات دلا دی جائے۔ بنی اسرائیل حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے پوتے حضرت یعقوب کی اولاد میں سے تھے جن کا لقب اسرائیل تھا' ان کے بارہ بیٹوں کے بارہ قبیلے ہیں' بنی اسرائیل کا اصل وطن فلسطین تھا لیکن یہ قوم مصر آ کر محکوم ہو گئی' آل فرعون نے انہیں دبائے رکھا' ان کے بیٹوں کو آل فرعون ذبح کر دیتے اور ان کی بیٹیوں اور عورتوں کو زندہ رکھتے تاکہ وہ ان کے گھروں میں ان کی خدمت بجا لائیں' اس قوم کو غلامی کے بندھن سے نجات دلانا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے بنیادی مقاصد میں سے تھا' بنی اسرائیل اگرچہ نسلاً مسلمان تھے لیکن ان کے کردار کا ایک رخ تو یہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ان کی قوم کے چند نوجوان ہی ایمان لائے جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے نجات دہندہ بن کر آئے تھے باقی قوم ڈرتی رہی کہ اگر ہم موسیٰ پر ایمان لے آئے تو ہم پر فرعون کے ظلم و ستم میں مزید اضافہ ہو جائے گا۔ ان کے کردار کا دوسرا رخ یہ تھا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات دیکھ کر بھی راہ راست پر نہ آئے۔

بہر حال منہاج موسوی یہ ہے کہ ایک مسلمان قوم جو اگرچہ بگڑی ہوئی ہو' اس کے اخلاق اور دین میں کتنا ہی فساد آ گیا ہو پھر بھی اس کی دنیاوی فلاح و بہبود اور اس کو غلامی سے نجات دلانا ایسا اہم کام ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے مقاصد میں ایک اہم مقصد کی حیثیت سے شامل کیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں بنی اسرائیل میں ایک ایسا گروہ موجود تھا جو رومن حکومت سے بغاوت کی تیاریاں کیا کرتا تھا' یہ لوگ ہتھیار بھی بناتے تھے اور پہاڑوں کی کھوؤں میں رہتے تھے' انہی میں ایک شخص جوڈس اسکاریاٹ (Judas Iscariot) تھا' جس نے حضرت مسیح علیہ السلام کو گرفتار کروانے میں نمایاں کردار ادا کیا' یہ انہی باغیوں میں سے تھا اور حضرت مسیح علیہ السلام کا بہت معتقد تھا اور ان پر سچا ایمان رکھتا تھا' اس کا خیال یہ تھا کہ اگر حضرت مسیح ایک مرتبہ رومیوں کے خلاف بددعا کر دیں تو یہ تباہ و برباد ہو جائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ معجزہ عطا کیا تھا کہ وہ مردہ کو زندہ کر دیتے تھے' پرندہ بنا کر پھونک مارتے تھے تو وہ اڑتا ہوا پرندہ ہو جاتا تھا' پھر یہ کہ مادر زاد اندھے کو آپ کی دعا سے بینائی مل جاتی تھی' اگر کسی کو انتہائی موذی مرض کوڑھ لگا ہوا ہوتا' آپ ہاتھ پھیرتے تو کوڑھ ختم ہو جاتا' چنانچہ اس نے یہ سوچا کہ ذرا ان کو گرفتار کرواؤ جب انہیں تکلیف اور اذیت ہو گی تو یہ بددعا کریں گے اور رومن امپائر کا بیڑا غرق ہو جائے گا' اپنے اس یقین کی وجہ سے اس نے آپ کو گرفتار کروایا' تاہم حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام نے رومن کے خلاف کوئی بددعا نہ کی۔ درحقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ساری کوشش یہود کی اخلاقی اور روحانی اصلاح پر مرتکز تھی گویا آپ کا سارا منہاج یہی ہے کہ بنی اسرائیل ایمان کی حقیقت سے آشنا ہو جائیں اور ان کے اندر اخلاص پیدا ہو جائے۔ منہاج عیسوی میں دوسری نمایاں بات یہ نظر آتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنا کوئی مرکز نہیں بنایا' ہمہ وقت گردش اور سفر میں رہتے صرف وعظ و نصیحت اور تبلیغ ہی آپ کا مقصد بعثت تھا۔ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ (علیہما السلام) اگرچہ دونوں بنی اسرائیل میں بھیجے گئے اس لئے ان دونوں منہاج میں زمین آسمان کا فرق ہونے کے باوجود بعض باتیں مشترک بھی ہیں کہ دونوں کی شریعت ایک ہے اور دونوں کی مساعی ان کو اپنی زندگی کے دوران کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکیں اسی طرح دونوں کے درمیان ایک اور قدر مشترک یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ

(باقی صفحہ 16 پر)

بیسویں صدی کا ممتاز ترین محقق

نئی کتاب کا تعارف

ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب کو ہمارے دارِ فانی سے رخصت ہوئے ابھی چھ ماہ بھی نہیں ہوئے کہ ان کی شخصیت' علمی خدمات اور ان کے تصنیفی و تحقیقی کارناموں کے بارے میں کتابوں کی آمد شروع ہو گئی ہے۔ ہمارے مصنف لوگ اپنی زندگی میں تو بے قدرے رہتے ہیں' لیکن وفات کے بعد ان کی قدر معلوم ہونے لگتی ہے۔ یہی حال ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کا ہے کہ عام پڑھا لکھا طبقہ ان کے نام سے بھی واقف نہ تھا' کیونکہ انہوں نے پیرس کے ایک معمولی گوشے میں قرآن و سنت کے لئے خود کو وقف کر کے ساری عمر گزار دی' البتہ اسلام کے لئے کام کرنے والے اسکالروں میں انہیں عقیدت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ زیرِ نظر کتاب بارش کا پہلا قطرہ ہے۔ اس کے بعد ڈاکٹر صاحب کی شخصیت و خدمات کے بارے میں کتب و جرائد کا ایک تانتا بندھ جائے گا۔ یہ خوشی کی بات ہے۔ ایسا ہونا بھی چاہئے' لیکن کاش ان کی تحسین و قدر کے اعترافات ان کی زندگی میں بھی ہو جاتے۔

یہ کتاب تین حصوں پر مشتمل ہے۔ حصہ اوّل میں ''تذکارِ حمید اللہ'' کے عنوان سے چار مضامین شامل ہیں۔ جناب رشید شکیب نے ڈاکٹر صاحب کا سوانحی خاکہ مرتب کرتے وقت ان کی تمام تصانیف و تالیف کی فہرست بھی مرتب کر دی ہے' لیکن مرحوم کے کام اتنے زیادہ ہیں' اور چونکہ وہ فرانسیسی زبان میں زیادہ تھے اور بیشتر کی اشاعت یورپ میں ہوئی' اس لئے بہت سے کام ابھی ہم اہلِ پاکستان کے علم میں نہیں ہیں۔ ایسے ''اوجھل'' کام بھی ایک نہ ایک دن سامنے آئیں گے تو فہرست مکمل کہلائے گی۔ دوسرا مضمون ڈاکٹر صاحب کا ایک مفصل اور جامع انٹرویو ہے جو ہفت روزہ ''تکبیر'' کے مدیرِ شہیر مولانا محمد صلاح الدین شہید نے لیا تھا۔ تیسرے مضمون میں ڈاکٹر صاحب کے ہم وطن اور ہم جامعہ شاہ بلیغ الدین نے ان کے بارے میں ذاتی تاثرات چند یادوں کی بنیاد پر قائم کئے ہیں' اور ساتھ ہی ان کی رحلت پر بھی الگ سے ایک پُرسوز تحریر قلم بند کی ہے۔ چوتھے مضمون کا عنوان ہے ''بیسویں صدی کے ممتاز ترین محقق'' یہ ڈاکٹر محمود احمد غازی صاحب' نائب صدر بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی' اسلام آباد نے تحریر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم کی شخصیت کوئی ایسی غیر معروف نہیں کہ ان کے بارے میں ضروری معلومات بتانے یا کسی رسمی تعارفی گفتگو کی ضرورت پیش آئے۔ اسلامی علوم کا ہر سنجیدہ طالب علم اجمالی طور پر یہ بات جانتا ہے کہ ان کے کام کی نوعیت کیا تھی اور وہ دنیائے اسلام کے کتنے بڑے مفکر اور کتنے بڑے مصنف تھے' لیکن یہ بات اُن کے خاص قارئین کے علاوہ بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ وسعت نظر' تعمقِ علمی اور اپنی دلچسپیوں کے دائرے کی ہمہ گیری اور تنوع کے اعتبار سے ڈاکٹر صاحب کا کیا مقام تھا۔ شاید بیسویں صدی کے کسی اور مصنف یا اسلامی اسکالر میں وہ وسعتِ علمی اور گہرائی نہیں پائی جاتی جو ڈاکٹر حمید اللہ میں پائی جاتی تھی۔ اسلامی علوم و فنون کا شاید ہی کوئی گوشہ ایسا رہا ہو گا جس میں ڈاکٹر صاحب مرحوم نے انتہائی فاضلانہ' عالمانہ اور انتہائی عمیق تحقیق کے نتائج دنیائے اسلام کے سامنے پیش نہ کئے ہوں۔''

حصہ دوم میں ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم کی تحریروں کا انتخاب ہے' اور کہا جا سکتا ہے کہ زیادہ تر ''خطباتِ بہاولپور'' کی تلخیص پر مشتمل ہے۔ ہندو پاک میں مطالعہ اسلام کے سلسلے میں تین بڑوں کے خطبات اب کلاسیک کا درجہ حاصل کر چکے ہیں۔ الٰہیاتِ اسلامیہ کی تشکیلِ جدید کے موضوع پر علامہ اقبال کے خطباتِ مدارس' سیرتِ نبویؐ پر مولانا سیّد سلیمان ندوی کے ''خطباتِ مدارس'' اور ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے ''خطباتِ بہاولپور'' زیرِ نظر کتاب میں ''خطباتِ بہاول پور'' کی تلخیص اس ترکیب سے کی گئی ہے کہ مشکل اور ادق تحقیقی موضوعات کو ایک طرف رکھا اور سادہ اور عام فہم موضوعات کو شامل کر لیا۔ نیز اس امر کا خاص خیال رکھا کہ کسی ایک خیال یا بات کا اعادہ نہ ہونے پائے۔ چنانچہ اس کتاب میں شامل بارہ مضامین ''خطباتِ بہاولپور'' پر مبنی ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کا عظیم الشان مقالہ ''دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور'' پہلی بار ماہنامہ ''ادبی دنیا'' کی اشاعت جولائی 1939ء میں چھپا تھا۔ یہ عہدِ رسالتؐ کی ایک اہم دستاویز ''میثاقِ مدینہ'' پر ایک بے مثال علمی و تحقیقی تحریر ہے۔ اس کتاب میں یہ مقالہ بھی بطورِ خاص شامل ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے 30 اپریل 1992ء کو اقبال اکادمی آف پاکستان کے زیرِ اہتمام لاہور میں سیرت رسول ﷺ کے موضوع پر ایک فاضلانہ تقریر کی تھی ''سیرتِ طیبہ ﷺ'' کا پیغام' عصرِ حاضر کے نام' عصرِ حاضر کے مشکل اور لاینحل مسائل اور ان کا حل سیرتِ پاکؐ کی روشنی میں تلاش کرنے کے سلسلے میں یہ ایک یادگار اور شاندار تقریر ہے جو من و عن اس کتاب میں شامل کی گئی ہے۔

ڈاکٹر صاحب مختلف موقعوں پر کئی مرتبہ پاکستان تشریف لائے اور قرآن و حدیث اور سیرتِ پاک ﷺ اور متعلقہ موضوعات پر مختلف شہروں میں اہلِ علم و دانش سے خطاب کیا۔ ان کے خطاب کے بعد حاضرینِ مجلس کی جانب سے استفسارات کا سلسلہ جاری ہوتا تھا۔ ڈاکٹر صاحب ہر سوال کا جواب کمال تحمل سے انتہائی فاضلانہ انداز میں' اختصار کے ساتھ' اس انداز میں دیتے تھے کہ سوال کنندہ کی تشفی ہو جاتی تھی۔ ایسے علمی و فکری' دینی و دنیاوی' مسائل و سوالات کے بارے میں ڈاکٹر صاحب کے جوابات آواز بند یا قلم بند ہو جاتے تھے جو اکثر کتب و جرائد میں محفوظ ہیں۔ زیرِ نظر کتاب میں ان سینکڑوں ''استفسارات و جوابات'' کے بیش قیمت علمی ذخیرے سے صرف چالیس استفسارات کا انتخاب پیش کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر صاحب کی خاصے کی چیز ان کے خطوط ہیں۔ ہمیشہ پوسٹ کارڈ لکھتے تھے۔ کہنے والی کام کی بات پر انتہائی مختصر جملہ لکھتے۔ دو چار جملوں میں بات ختم کر کے دعا دیتے ہوئے' آگے بڑھ جاتے۔ خط کی عبارت ختم نہ ہوتی تھی' آخری جملہ زندگی کی طرح ایک تسلسل کی داستان لئے ہوئے ہوتا۔ محسوس ہوتا' جیسے کہہ رہے ہوں' میرے آئندہ خط کا انتظار کرو۔ ڈاکٹر صاحب جناب محمد عالم مختار حق کو بھی ان کے سوالوں کے جواب میں گاہے گاہے خطوط لکھتے رہتے تھے۔ محمد عالم صاحب پاکستان کے ایک درویش صفت اور خاموش طبع مگر آخری حد تک پہنچنے والے کڑے اور سخت گیر محقق ہیں۔ اس کتاب میں ان کے نام ڈاکٹر حمید اللہ کے 37 خطوط شامل کئے گئے ہیں۔ خاص الخاص بات وہ حواشی ہیں جو ان خطوط پر محمد عالم صاحب نے جمائے ہیں۔ یکم ستمبر 1994ء کا ایک خط ملاحظہ فرمایئے: ڈاکٹر صاحب لفظ ''بنیاد پرست'' کے بارے میں محمد عالم صاحب کے سوال کے جواب میں لکھتے ہیں: ''آپ ''بنیاد پرست'' کی جگہ ''بنیاد پسند'' کہہ لیجئے۔ پرستش صرف خدا کو سزاوار ہے۔ یہ نیا لفظ ہے۔ معلوم نہیں' انگلستان سے نکلا' یا فرانس وغیرہ سے ترجمہ کر کے انگلستان و امریکہ پہنچا۔ لفظ نیا ہے اس لئے لغت کی کتابوں میں تو نہیں آیا ہے' نہ وہاں' نہ یہاں۔ مطلب نرم الفاظ میں مسلمانوں پر چوٹ کرنا' ان کو گالی دینا ہے۔ ان لوگوں کے لئے سب سے اچھا مسلمان

(باقی صفحہ 16 پر)

دین مبین کی روشن کرنیں

اسلامی تعلیمات کی حقانیت : غیر مسلموں کا اعتراف

ہندوستان سے جناب محمد ابراہیم انصاری نے دردِل کے ساتھ چند سبق آموز باتیں اور واقعات تحریر کئے ہیں جن کے مخاطب اگرچہ بھارتی مسلمان ہیں لیکن ان کے تجربات ومشاہدات میں ہمارے لئے بھی رہنمائی کا سامان موجود ہے۔ (ادارہ)

(1) تاریخ عالم کا عظیم ترین انسان

رمضان المقدس کا مہینہ تھا میں کسی کام سے ضلع کلکٹر کے دفتر میں گیا ہوا تھا۔ اپنے کام سے فارغ ہوکر میں نے ڈپٹی کلکٹر سے اجازت طلب کی تو انہوں نے مجھے ٹھہرنے کے لئے کہا اور چائے منگوانے لگے میں نے معذرت کر لی اور انہیں بتایا کہ میرا روزہ ہے۔ انہوں نے کچھ دوستانہ گفتگو کے لئے مجھے روک لیا۔

مجھ سے دریافت کیا کہ خدا تو ایک ہے مگر پھر اتنے مختلف مذاہب کیوں ہیں؟ مذاہب عالم پر میرا کوئی گہرا مطالعہ نہیں ہے پھر بھی میں نے اپنی معمولی استعداد کے تحت انہیں سمجھانے کی کوشش کی۔

میں نے ان سے عرض کیا۔ اللہ ایک ہے وہی اس کرۂ ارض وسماء اور انسان' حیوان' نباتات و جمادات کا خالق ہے۔ اس نے انسان کو پیدا کر کے اندھیروں میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ نہیں دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کے ساتھ ہی اسے زندگی گزارنے کا لائحہ عمل بھی عطا فرمایا۔ پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام پہلے پیغمبر بھی تھے تا کہ لوگوں کو ہدایت دیں کہ کس طرح زندگی گزاریں۔ ان کے بعد انبیاء کرام دنیا کے ہر گوشہ میں مبعوث فرمائے گئے جو انسان کو راہ مستقیم پر رہنمائی کرتے رہے۔ بدقسمتی سے ان کی تعلیمات محفوظ نہیں رہیں اور گزرتے وقت کے ساتھ ان میں آمیزش ہوتی چلی گئیں اور حقیقت اوجھل ہوگئی۔ ہر نبی نے ایک ہی دین اسلام پیش کیا تھا۔

آخر میں حضرت محمد ﷺ تشریف لائے۔ مقدس صحیفہ قرآن مجید آپؐ پر 23 سال کے عرصہ میں نازل ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس مقدس کتاب کا ایک ایک لفظ اور زیر و زبر محفوظ ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ حضور اکرم ﷺ نے نہ صرف اسلامی تعلیمات کا درس دیا بلکہ اپنی زندگی میں انہیں عملی جامہ پہنا کر دکھا دیا۔

میرے دوست ڈپٹی کلکٹر نے مداخلت کرتے ہوئے بتایا کہ انہوں نے سیرت مبارکہ کا مطالعہ کیا ہے اور یقین رکھتے ہیں کہ

☆ وہ عظیم ترین انسان تھے' تاریخ عالم میں ان کی بلند شخصیت کا کوئی ثانی نظر نہیں آتا۔

☆ وہ بڑے پرہیزگار' دیندار اور سخت عبادت گزار انسان تھے۔ راتوں میں گھنٹوں نمازیں ادا کرنا ان کا شعار تھا مگر ساتھ ہی وہ ایک پُرسکون اور شاد و مطمئن ازدواجی زندگی گزارتے تھے۔ (حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ نکاح کے بغیر انسان مکمل نہیں ہوتا)

☆ وہ بڑے قابل منتظم و دور اندیش سیاستداں ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ماہر سپہ سالار بھی تھے۔ آپ نے 27 جنگوں میں نہایت کامیابی کے ساتھ میدانِ کارزار میں قیادت فرمائی۔

☆ دنیا جہان کی دولت آپ کے قدموں میں آ گری مگر آپ کی نجی زندگی ہمیشہ انتہائی عسرت' سادگی اور قناعت میں گزری۔ آپ کے اہل خانہ نے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔ جو کچھ بھی آپ کے پاس رہا ضرورت مندوں میں تقسیم کر دینا آپ کی بے پناہ فراخ دلی' کریم النفسی اور فیاضی کی تصدیق کرتا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے جب انہیں دشمنوں پر غلبہ عطا فرما دیا اور آپ ان سے انتقام لینے پر قادر ہو گئے تو آپ نے نہایت فراخ دلی سے انہیں معاف فرما کر ان کے دل جیت لئے اور وہ اسلام کے سایۂ عافیت میں آ گئے۔

☆ یقیناً آپؐ روئے زمین پر انسانیت کی معراج پر جلوہ گر عظیم ترین انسان تھے۔

میں اپنے ہندو دوست کے عمیق مطالعۂ سیرت مبارکہ اور حضور اکرم ﷺ کی عظمت و صداقت کے اعتراف سے بہت متاثر ہوا۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کے پیغام دین مبین اسلام کی تعلیمات پر عمل کر کے اس کی روشنی کو ساری دنیا کے انسانوں تک پہنچانا چاہئے جو آج اندھیروں میں بھٹک رہے ہیں یہ ہمارا اوّلین فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان' جدوجہد اور اقدام کی توفیق عطا فرمائے۔

(2) مسلم خواتین جنت میں رہتی ہیں

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک غیر مسلم سرکاری ملازم خاتون کہہ رہی تھیں کہ مسلمان عورتیں تو دنیا میں ہی جنت میں رہتی ہیں۔ میں نے وضاحت چاہی تو کہنے لگیں ہم لوگ نوکری کرنے پر مجبور ہیں' مستقل ملازمت کی بدولت ہمیں شادی کا رشتہ پانے میں بڑی آسانی ہو جاتی ہے۔ شادی کے بعد بھی ملازمت پر قائم رہنا ضروری ہوتا ہے' گھر کا خرچ چلانے کے لئے اپنی تمام نجی دشواریوں کے باوجود روپیہ کمانے کے لئے ہماری تگ و دو بھی لازم رہتی ہے۔ ملازمت کے دوران اپنی فطری شرم وجھجک کو قدرے جھٹک کر بے باکی اختیار کرنی پڑتی ہے جو یقیناً نسوانیت کی عظمت کے خلاف ایک بے چارگی کا قدم ہے۔ عورت کو احترام کی نگاہ کی بجائے بری نظر سے دیکھنے والوں کو ہمیں صبر وتحمل کے ساتھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اس کے برخلاف مسلمان ایک غیور قوم ہے' اپنی خواتین کو گھر کی چار دیواری میں حفاظت مہیا کرتا ہے۔ خود زمانہ کی دھوپ میں پسینہ بہاتا ہے' مشقتیں برداشت کرتا ہے اور اپنے گھر نیز اہل خانہ کو چین وسکون عطا کرتا ہے اسی لئے ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ مسلمان عورتیں دنیا ہی میں جنت میں رہتی ہیں۔

(3) پردہ عورت کی آتما کی آواز ہے

ایک ہندو افسر کو میں نے مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی کتاب پردہ کا ہندی ترجمہ پیش کیا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد ان کے گھر جانے کا اتفاق ہوا۔ ان کی اہلیہ نے مجھ سے مصنف کے بارے میں دریافت کیا' میں نے انہیں بتلایا کہ مولاناؒ اس دور کے ایسے عظیم شارح دین گزرے ہیں جو نبی اکرم حضرت محمد ﷺ کے بعد ہر دور میں مجدد دین عصر کا رول ادا کرتے رہے ہیں۔ خاتون نے اس کتاب کی بڑی تعریف کی اور کہنے لگیں کہ پردہ ہم عورتوں کی آتما کی آواز ہے۔ انہوں نے بتلایا کہ ان کا وطن راجستھان ہے اور ان کے سماج میں مسلمانوں سے بھی زیادہ سخت پردہ کا رواج ہے مگر ہم اتنی بدقسمت ہیں کہ مرنے کے بعد جب چتا پر آگ دی جاتی ہے تو پہلے کپڑے ہی نہیں ہمارا سارا پردہ چاک چاک ہو جاتا ہے۔

(4) امّت اپنا فریضہ یاد رکھے

ایک محفل میں چند دوست محو گفتگو تھے۔ ایک نے کہا اسلام کی ہندوستان میں آمد سے سماج پر بڑے دوررس اور خوشگوار اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ ہندو سماج میں نابرابری اور مختلف نسلوں کے درمیان اونچ نیچ کا تصوّر' دنیا کے منافع بخش کاروبار پر ایک طبقہ کو مذہب کی جانب سے اجارہ داری دے دینے اور اکثریت کو ذلیل وخوار بنا کر ان

کے استحصال کو روا رکھنا' عورتوں کو عزت و احترام اور وقار سے محروم رکھنا جیسی لعنتوں پر اسلامی تعلیمات کی وجہ سے کاری ضرب لگی ہے۔ اب تک کمزور طبقہ اپنا انسانی مقام پا نہیں سکا ہے' جابر اور ظالم بہت منظم ہیں اور بڑی عیاری سے اپنا تسلط اب تک برقرار رکھے ہوئے ہیں مگر پسماندہ اور مظلوم بھی متحرک ہیں اور مسلسل جدوجہد کر رہے ہیں' اس کی ترغیب انہیں یقیناً اسلام کی روشنی سے حاصل ہوئی ہے۔ یہی سبب ہے کہ انسانی حقوق کے غاصب اپنی تھنک ٹینک کی چھاونیوں میں ادھر پون صدی سے اسلام پر مختلف سمتوں سے نشانہ بازیاں کر رہے ہیں۔ یہ لوگ گوئبل سے بڑے کذاب ہیں۔ مسلمانوں کے خلاف دن رات ان کی ریشہ دوانیاں جاری ہیں۔ ایک عرصہ دراز تک بنیاد پرست کا طعنہ دیتے رہے۔ جب معلوم ہوا کہ ہر عقیدہ کا ماننے والا پہلے بنیاد پرست بن کر ہی اس کا پیروکار بنتا ہے اور طعن و تشنیع کا یہ سکہ کھوٹا ثابت ہوگیا تو اب ''دہشت گرد اور جہاد'' کا واویلا کرنے لگے ہیں سچ تو یہ ہے کہ مسلمان کبھی بھی دہشت گرد نہیں ہوسکتا۔ ظلم کے خلاف سینہ سپر ہو جانا اور حق و انصاف کے لئے جان لڑا دینے کی جو تعلیم اسلام پیش کرتا ہے وہی تو کمزوروں کو صدیوں سے اپنا غلام بنا کر رکھنے والے عیاروں کو بڑی گراں گزر رہی ہے اور اسے اپنا دشمن نمبر ایک سمجھنا ان کی بڑی ضرورت بن گئی ہے۔

توحید کے عقیدہ پر ایک صاحب نے مسلمانوں پر چوٹ کی' کہنے لگے' آپ کے پاس بھی اسلام کہاں محفوظ ہے' ہزاروں خداؤں کی پرستش کو انسان کی توہین سمجھنے والوں نے خود بھی کئی صنم تراش رکھے ہیں' گنپتی اور درگا پوجا کا بھی نعم البدل پیدا کرلیا ہے۔ مہاتماؤں اور دیوتاؤں کے مقابل زندہ اور مردہ پرستی کے راستے نکال لئے ہیں' حتیٰ کہ بھجن گا کر عبادت کے طریقہ کی نقل میں بھی کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا ہے۔ نت نئے طریقوں سے توحید کا روشن چہرہ داغدار کیا جا رہا ہے۔ مسجد کو مسلمانوں کی پارلیمنٹ کا دعویٰ کرنے والے اکثر جگہ اس کی عظمت سے کھلواڑ کر رہے ہیں۔ وہاں سے اب سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح مضبوط ہو جائے (سورہ صف) کی بجائے انتشار و نفاق کے نعرے بلند ہوتے ہیں۔ تاریخِ اسلام کی عظیم الشان ہستیاں حضرت ابوبکر صدیق ؓ' حضرت عمر فاروق ؓ' ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم' امام ابوحنیفہ' مولانا اشرف علی تھانوی اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودی رحمت اللہ علیہم جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی زبردست خدمات کی سعادتیں عطا فرمائی ہے' ان کے خلاف کچھ مسلمان ہی ایسی نازیبا باتیں کرتے ہیں کہ ملت کی بڑی دلآ زاری ہوتی ہے۔ کلیجہ پھٹ جاتا ہے آخر کب تک ہم ایک ہوں گے اور اپنے سامنے درپیش سنگین خطرات سے نبرد آزما ہوں گے؟

آج ملک کا سماج اخلاق باختہ ہو چلا ہے۔ ہر طرف اندھیرا چھا رہا ہے' ایک تھنک ٹینک ہندوستان میں اپنی ہزاروں سال کی اجارہ داری اور استحصال کو قائم رکھنے کے لئے اور دوسری طرف ایک خدا بیزار گروہ ہر گناہ کو آزادی' فکر و عمل اور ترقی پسندی کے نام پر جاری رکھنے کے لئے اسلام کے خلاف برسرپیکار ہے اور مسلمان برائیوں کی مخالفت کی بجائے آپس میں ہی آستینیں چڑھا لینے پر آمادہ رہتے ہیں کاش اسلام کی روشنی سے اجالا کرنے کے لئے امت اپنا فریضہ یاد رکھے۔

(جاری ہے)

بقیہ: افہام وتفہیم

السلام کے انتقال کے بعد یوشع بن نون کی زیر قیادت یہودیوں نے فلسطین کو فتح کرلیا جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع سماوی کے تین سو برس کے بعد بنی اسرائیل کی ثروت اور شوکت میں اضافہ ہوا' شہنشاہ قسطنطین نے عیسائیت قبول کر لی اور پوری سلطنت روما عیسائی ہوگئی' اسی طرح عیسائیوں کا غلبہ ہوگیا۔ حضور اکرم ﷺ کے منہاج کا جہاں تک تعلق ہے' اسے اگر ایک لفظ میں بیان کیا جائے تو یہ ایک انقلابی منہاج ہے کیونکہ جس طرح حضور اکرم ﷺ پر نبوت اور رسالت کی تکمیل ہوگئی تو اس دین کو قائم و نافذ کرنا آپ کا مقصد بعث قرار پایا یہی وجہ ہے کہ کسی دوسرے نبی یا رسول کے لئے یہ الفاظِ قرآن کریم میں نہیں آتے جو حضرت محمد ﷺ کے لئے آئے ہیں کہ ''آپ کا مقصد بعثت یہ ہے کہ آپ دین حق کے نظام کو نافذ و غالب کردیں'' قرآن حکیم میں یہ الفاظ تین مرتبہ آئے ہیں مبشر' منذر اور داعی الی اللہ تو سارے کے سارے انبیائے کرام تھے' وہ سب اپنی اپنی جگہ کے روشن چراغ تھے لیکن چراغ محمدیؐ کی اپنی ایک نمایاں روشنی ہے' تمام انبیاء و رسل کی بعثت میں ''اظہارِ دین الحق'' کے علاوہ باقی حیثیتیں مشترک ہیں۔ لیکن یہ صرف آپؐ کی مخصوص حیثیت تھی اسی حوالے سے حضرت محمد ﷺ کا منہاج انقلابی ہے جس کا سیرت موسوی اور سیرت عیسوی کے اندر کوئی مساوی یا متوازی نظر نہیں آتا۔ منہج انقلاب نبوی کے 6 مراحل تھے (۱) دعوت ایمان (۲) تنظیم (۳) تربیت (۴) صبر محض (۵) چیلنج (۶) تصادم...... سب سے پہلے حضور اکرم ﷺ نے لوگوں کو توحید کی دعوت دی جنہوں نے دعوت کو قبول کیا' انہیں منظم کیا کیونکہ منظم جماعت کے بغیر انقلاب نہیں آ سکتا۔ تیسرا مرحلہ تربیت اور تزکیہ کا تھا۔ چوتھے مرحلے میں حکم تھا کہ جب تک اتنی طاقت نہیں ہے کہ نظام باطل کے ساتھ ٹکراؤ مول لے سکیں' اس وقت تک محض صبر سے کام لیا جائے اور اپنے بچاؤ کے لئے بھی ہاتھ نہ اٹھایا جائے خواہ تمہارے جسموں کے ٹکڑے اڑا دیئے جائیں' ہجرت مدینہ کے بعد جب اذن قتال آ گیا تو حکم ہوا کہ آگے بڑھو اور باطل سے ٹکرا جاؤ یعنی خود اقدام کر کے باطل نظام کو چیلنج کرو جس کے نتیجے میں تصادم کا چھٹا مرحلہ شروع ہوا چنانچہ غزوۂ بدر سے تصادم کا آغاز ہوا اور سرزمین عرب کی حد تک آٹھ برس میں انقلاب مکمل ہوگیا' خلافت راشدہ کے دور میں اسی انقلاب میں توسیع ہوئی۔

بقیہ: کتاب نما

وہ ہے جو محض بے دین' گناہ گار ہو اور سب سے براوہ ہے جو اسلام کے احکام کی پوری تعمیل کرتا ہو۔ یہ ایک لفظ نہیں' اور بھی کئی لفظ یہاں مستعمل ہیں اور غالباً روز مزید نت نئے لفظ بنیں گے اور پھیلیں گے۔ خدا ہمیں ہدایت دے کہ ہم اس کے احکام کی اچھی تعمیل کریں اور اس کی پسند کی راہ پر چلیں۔ احباب کو سلام۔ نیاز مند' محمد حمید اللہ۔''

ان تحریروں کا انتخاب کیسا ہے؟ انتخاب کرنے والے کا حسنِ ذوق اور ذوقِ انتخاب کیسا ہے؟ اس کے بارے میں ہم کوئی رائے نہیں دے سکتے' کیونکہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی تحریروں کا یہ انتخاب ناچیز تبصرہ نگار نے کیا ہے۔ البتہ ناشران کے بارے میں یہ رائے لکھنا ضروری ہے کہ انہوں نے یہ کتاب شائع کر کے بیسویں صدی کے ممتاز ترین محقق کی تحریریں پھیلانے میں ایک علمی خدمت انجام دی ہے۔

یہ کتاب ''بیکن بکس' قذافی مارکیٹ' اردو بازار' لاہور'' نے شائع کی ہے۔ قیمت کے بارے میں میری رائے ہمیشہ یہ ہوتی ہے کہ کتاب کی قیمت نہیں پوچھنی چاہئے۔

(تبصرہ نگار: سیدقاسم محمود)

ضرورت رشتہ

29 سالہ ڈاکٹر' حیدرآباد (سندھ) میں ذاتی کلینک کے لئے اسلامی ذہن کی حامل باپردہ لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔

رابطہ فون: 0221-870408

موبائل: 0333-2606935

ضرورت رشتہ

☆ تین بیٹے (راجپوت بھٹی) عمر 34 سال' تعلیم تین سالہ ڈپلوما' آٹو سپیئر پارٹس کی دکان پیکوروڈ'

☆ عمر 27 سال' تعلیم MBA' ملازم

☆ عمر 26 سال' تعلیم انٹر' آٹو پارٹس کی دکان فیصل ٹاؤن کے لئے مناسب دینی مزاج کی لڑکیوں کے رشتے درکار ہیں۔

رابطہ: مسز جاوید (والدہ) فون: 5121283

افغانستان

افغانستان میں طالبان اور دوسرے گروپوں کی مزاحمتی تحریک نے حالیہ دنوں میں پھر زور پکڑا ہے۔ اطلاعات کے مطابق افغانستان کے 8 صوبوں میں طالبان کسی بھی بڑی گوریلا کارروائی کے لئے تیار ہیں۔ طالبان نے نہ صرف زابل اور ارزگان کے درمیان مواصلاتی راستہ بند کر دیا ہے' بلکہ اُن کے مسلح مجاہد غزنی' میدان' وردگ' ہلمند اور غور کے صوبوں میں متحرک ہو گئے ہیں۔ اِن صوبوں کے بیشتر پہاڑی علاقوں اور سرحدی ضلعوں کے ساتھ ساتھ صوبائی مرکزوں میں قابلِ ذکر تعداد میں طالبان اور مجاہدین موجود ہیں۔ امریکا کو انتہائی مطلوب افغان رہنما ملا اختر' عثمان' ملا برادر' ملا عبدالرؤف اور حافظ عبدالرؤف کے دستخط سے پاکستان اور افغانستان کے سرحدی علاقوں میں تقسیم کئے گئے پمفلٹوں میں کہا گیا ہے کہ افغان قوم کبھی غیر ملکی قبضہ قبول نہیں کرے گی۔ سپن بولدک اور چمن میں خفیہ طریقے سے پھیلائے گئے پمفلٹوں میں امریکیوں کو جلد از جلد افغانستان سے نکل جانے کے لئے کہا گیا ہے۔ طالبان ایسے افغانیوں کو اُن کے امریکی آقاؤں سمیت چن چن کر ہلاک کر دیں گے جو امریکی فوجیوں سے تعاون کر رہے ہیں۔ انہیں ایسی عبرت ناک شکست دی جائے گی کہ تاریخ یاد رکھے گی۔ طالبان کی بڑھتی ہوئی مزاحمتی تحریک کے پیش نظر افغان صدر حامد کرزئی نے حکومتی ڈھانچے میں تبدیلیاں کی ہیں۔ گورنر قندھار کو اُن کے عہدے سے ہٹا کر شہری ترقی کا وزیر جبکہ شہری ترقی کے وزیر یوسف پشتون کو نیا گورنر قندھار بنا دیا گیا ہے۔ گورنر قندھار گل آغا شیرزئی کے خلاف مرکزی حکومت کو سخت شکایات کے ساتھ ساتھ طالبان گوریلوں کی ناکامی اور پاکستان کے خلاف بے جا بیان بازی کی بناء پر ہٹا دیا گیا ہے' لیکن گل آغا نے نئی وزارت کا قلمدان سنبھالنے سے انکار کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ کابل نہیں جائیں گے' بلکہ قندھار ہی میں رہیں گے۔

انڈونیشیا

انڈونیشیا کے ایک مذہبی رہنما ابوبکر شبلی نے اپنے خلاف مقدمے کی سماعت کے دوبارہ آغاز سے قبل اپنے ایک انٹرویو میں کہا ہے کہ جزیرہ بالی اور انڈونیشیا کے بم دھماکوں کی ذمہ داری امریکی انٹیلی جنس ''سی آئی اے'' پر عائد ہوتی ہے۔ اتنے بڑے بم دھماکے انڈونیشی نہیں کر سکتے۔ اتنے بڑے بم بنانا' بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ یہ بم دھماکے سی آئی اے نے اسلام کو بدنام کرنے کے لئے کئے ہیں ...... جزیرہ بالی کے بم دھماکوں کے ماسٹر مائنڈ اور جنوب مشرقی ایشیا میں القاعدہ کے سینئر رکن عصام الدین حنبلی کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ امریکا نے اعلان کیا ہے کہ جکارتا کے میریٹ ہوٹل بم دھماکے میں بھی حنبلی ملوث ہے۔ اس وقت حنبلی امریکا سے باہر ایک نامعلوم مقام پر امریکی حکام کی حراست میں ہے۔

بوسنیا ہرزیگووینا

مشرقی بوسنیا کے علاقے میں ایک اور اجتماعی قبر دریافت ہوئی ہے' جس میں 94 مسلمانوں کی سالم لاشیں' جبکہ 34 مسلمانوں کی لاشوں کے ٹکڑے ملے ہیں۔ اس سے پہلے مشرقی سراجیوو سے 80 کلومیٹر کے فاصلے پر سربیا کے ایک پہاڑی علاقے میں بھی ایک بہت بڑی اجتماعی قبر دریافت ہوئی تھی' جس میں 500 مسلمانوں کی لاشوں کی باقیات موجود تھیں۔ واضح رہے کہ 1995ء میں سرب سربیا جنگ کے دوران سات ہزار سے زائد مسلمانوں کو ماورائے عدالت شہید کر دیا گیا تھا۔

چیچنیا

امریکی وزیر خارجہ کولن پاول نے چیچن مجاہدین کے ایک رہنما شامل بسایوف کو قومی سلامتی کے لئے خطرہ قرار دیا ہے اور اُن پر مالی پابندیاں عائد کر دی ہیں۔ امریکا نے شامل پر شدت پسند حملوں کی منصوبہ بندی کا الزام لگایا ہے اور کہا ہے کہ شامل نے ماسکو تھیٹر پر حملے کی ذمہ داری قبول کی ہے' جس میں 139 افراد ہلاک ہو گئے تھے۔ امریکا کو یقین ہے کہ شامل بسایوف کا تعلق اسامہ بن لادن کی تنظیم القاعدہ سے ہے۔

پاکستان

11/اگست کو جنوبی وزیرستان کے علاقے میں افغان سرحد کے پار سے امریکی فائرنگ پر امریکا کے وزیر خارجہ کولن پاول نے معذرت کی ہے اور کہا کہ دو پاکستانی فوجیوں کی شہادت پر افسوس ہوا ہے...... متحدہ مجلس عمل نے عراق میں پاکستانی فوج بھیجنے سے متعلق شرعی فتویٰ جاری کر دیا ہے' جس میں قرار دیا گیا ہے کہ امریکی افواج کی قیادت میں عراق کے نہتے مسلمانوں سے دست و گریباں کرانے کے لئے پاک فوج کی تشکیل اسلامی شریعت کی رُو سے حرام اور جان بوجھ کر قتل مسلم کا اقدام کرنے والا گناہ کبیرہ کا مرتکب شمار ہوگا اور عراق میں ہلاک ہونے والے پاکستانی فوجیوں کی نماز جنازہ بھی جائز نہیں ...... ممتاز قانون دان اور وزیر اعظم کے مشیر قانون شریف الدین پیرزادہ نے مطالبہ کیا ہے کہ مادرِ ملت محترمہ فاطمہ جناح کی موت کے اسباب کا پتہ چلانے کے لئے جو انکوائری اب تک ہوئی ہے اُس کی تفصیلات منظر عام پر لائی جائیں تاکہ قوم کو معلوم ہو سکے کہ اصل حقائق کیا ہیں ...... افغانستان کی حکومت نے بھارتی حکومت کے تعاون سے انٹرنیٹ پر جاری کئے جانے والے ایک نقشے کے ساتھ ایک تحریر میں مطالبہ کیا ہے کہ کوئٹہ پشاور اور بلوچ سٹی افغانستان کے علاقے ہیں' جن کو برطانیہ نے لیز ایگریمنٹ کے تحت اپنی عمل داری میں لیا تھا' جس کی مدت 1993ء میں ختم ہو چکی ہے' لہٰذا پاکستان یہ علاقے افغانستان کے حوالے کر دے اور برطانیہ افغانستان کی مدد کرے۔

عراق

15/اگست کو حریت پسندوں کے حملوں میں بغداد کے قریب پانی کی پائپ لائن اور تیل کی پائپ لائن کو بم دھماکے سے اڑا دیا گیا۔ پھر دو روز بعد 17/اگست کو یہی پائپ لائن دوسری جگہ سے اڑائی گئی۔ تیل کی اس پائپ لائن سے ترکی کو تیل سپلائی کیا جاتا ہے۔ امریکی فوجیوں کی حفاظت والی جیل پر راکٹ سے گرنیڈ داغے گئے...... 19/اگست کو بغداد میں اقوام متحدہ کے ہیڈکوارٹر پر فدائی کار بم حملے سے عراق کے لئے اقوام متحدہ کے خصوصی نمائندے ڈی میلو سمیت 20 افراد ہلاک اور 100 زخمی ہو گئے۔ حملے سے اقوام متحدہ کا دفتر بری طرح تباہ ہو گیا...... اقوام متحدہ' جرمنی اور جاپان کا عراق فوج بھیجنے سے انکار۔ پولینڈ نے عراق کے خطرناک علاقوں کا کنٹرول لینے سے انکار کر دیا۔ فوج بلانے کا فیصلہ۔ تھائی لینڈ بھی تذبذب کا شکار ہو گیا۔

فلسطین

21/اگست کو اسرائیل نے اپنے ٹارگٹ کلنگ (Target Killing) منصوبے کے تحت جنگی طیارے ایف 16 کی نیچی پرواز سے ''حماس'' کے ممتاز اور اعتدال پسند رہنما اسماعیل ابوشناب کی موٹر کار پر حملہ کر کے انہیں موقع ہی پر شہید کر دیا۔ اُن کی کار آناً فاناً جھلس کر راکھ ہو گئی۔ اُن کی نماز جنازہ میں ایک لاکھ سے زائد افراد نے شرکت کی۔ شرکاء ''انتقام انتقام'' کے نعرے لگا رہے تھے۔ ''حماس'' نے متبادل قیادت ترتیب دے دی ہے اور اعلان کیا ہے کہ یہودیوں کا یہ خیال خام ہے کہ ظلم و ستم سے جہاد ختم ہو جائے گا۔ ہمارا ہر کارکن ابوشناب ہے۔ حماس اور دوسرے جہادی گروپوں نے امریکی ''روڈ میپ'' کے اعلان کے بعد جو سیز فائر کیا تھا' اُسے ختم کرنے کا اعلان کیا گیا ہے۔

پاکستانی فوج کو عراق بھیجنے کے مجوزہ حکومتی فیصلے کے خلاف تنظیم اسلامی کے احتجاجی مظاہروں کی رپورٹ

صدر پرویز مشرف نے اپنے دورۂ امریکہ کے دوران اعلان کیا کہ عراق میں قیام امن کے لئے پاکستانی فوج بھیجی جائے گی۔ تنظیم اسلامی نے اس بات کا فوری نوٹس لیتے ہوئے مختلف سطحوں پر صدائے احتجاج بلند کی۔ 16/جولائی کے ہفت روزہ ''ندائے خلافت'' کے سرورق پر اس اشتہار کی عبارت درج کی گئی جو مختلف قومی اخبارات میں شائع کروایا گیا تھا۔ اداریئے میں بھی اسی بات کا تذکرہ تھا۔ اسی دوران مرکزی عاملہ میں فیصلہ کیا گیا کہ تنظیم اسلامی اس حکومتی فیصلے کے خلاف ملک گیر مظاہروں کا اہتمام کرے۔ ایک خصوصی ہینڈبل بھی تیار کیا گیا جس میں پاکستانی فوج کے عراق بھیجنے کے خطرناک اور دوررس نقصانات کی وضاحت کی گئی۔ پاکستان کے قریباً تمام بڑے شہروں میں یہ احتجاجی مظاہرے ہوئے۔ لاہور میں یہ مظاہرہ 3/اگست کو ہوا۔ جس کی رپورٹ قارئین ندائے خلافت میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اسی قسم کے مظاہرے کراچی' ملتان' سرگودھا اور تیمرگرہ میں بھی ہوئے۔ ان مظاہروں کی مختصر رپورٹیں پیش خدمت ہیں۔

(1) حلقہ سندھ زیریں کا مظاہرہ

8/اگست بروز جمعۃ المبارک بوقت سہ پہر 3:30 پریس کلب کے سامنے یہ مظاہرہ کیا گیا۔ جس کی قیادت امیر حلقہ محمد نسیم الدین صاحب نے کی۔ شرکاء دن کی گرمی اور حبس کے باوجود طے شدہ وقت پر جمع ہوگئے۔ انہوں نے پلے کارڈز اور بینرز اٹھا رکھے تھے۔ صدائے حق کو پرجوش بنانے کے لئے شرکاء نے ''نعرۂ تکبیر'' اور ''پاکستان کا مطلب کیا'' کے نعرے فضا میں بلند کئے۔ رفقاء کی ایک بڑی تعداد بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ اب تک کے ہونے والے مظاہروں میں شریک رفقاء سے زیادہ تعداد میں شرکت کی۔ مظاہرہ منظم انداز میں تقریباً 40 منٹ تک جاری رہا۔ مظاہرے کے بعد مظاہرین نے منظم انداز اور ٹریفک میں خلل ڈالے بغیر شاہین کمپلیکس چوک کی طرف مارچ کیا۔ شاہین کمپلیکس پر جنگ اخبار کے رپورٹر نے کوریج کی۔ مظاہرے کے دوران تقریباً 7 ہزار ہینڈ بلز تقسیم کئے گئے۔ چوراہے کے مختلف اطراف پر نمایاں جگہوں پر 15 عدد تنظیم کے جھنڈے' 10 عدد بینرز اور 20 پلے کارڈز شو کئے گئے۔ (رپورٹ: محمد ارشد)

(2) تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب شمالی کے تحت ہونے والے مظاہرے

حلقہ پنجاب شمال میں پانچ مقامات پر مظاہروں کا پروگرام بنایا گیا۔ مرکزی مظاہرہ راولپنڈی میں پیپلز کالونی سے چونگی نمبر 22 تک 8/اگست بروز جمعہ کو ہوا۔ اس روز امیر محترم حافظ عاکف سعید صاحب حلقے کے دورے پر تھے۔ انہوں نے مسجد ''الہدیٰ'' میں اجتماع جمعہ سے خطاب فرمایا۔ رفقاء نماز جمعہ کے بعد مظاہرے کے لئے منظم انداز میں جمع ہوگئے۔ ابتداء ہی میں انتظامیہ نے رکاوٹ ڈالی۔ بعدازاں مذاکرات کے نتیجے میں مظاہرے کی اجازت دے دی گئی۔ مسجد سے چونگی نمبر 22 تک تین کلومیٹر کا فاصلہ تقریباً سوا گھنٹے میں طے کیا گیا۔ رفقاء نے بینرز اور ٹی بورڈز اٹھا رکھے تھے۔ جن پر مختلف نعرے درج تھے۔ جن سے فوجیں عراق بھیجے جانے کے خلاف جذبات کا اظہار ہوتا تھا۔ آخر میں امیر محترم اور ناظم حلقہ نے مظاہرین سے خطاب کیا۔ اگلے روز شہر کے تمام ہی چھوٹے بڑے اخبارات نے اس مظاہرے کو نمایاں کوریج دی۔ اسی نوعیت کا دوسرا مظاہرہ تنظیم اسلامی گوجر خان کے زیر اہتمام گوجر خان جی ٹی روڈ پر ہوا۔ رفقاء کے علاوہ بڑی تعداد میں احباب نے بھی شرکت کی۔ شرکاء کی تعداد 40 کے قریب تھی۔ انتظامیہ نے بھی تعاون کیا۔ قیادت تنظیم اسلامی گوجر خان کے امیر جناب مشتاق حسین صاحب نے کی اور پروگرام کے آخر میں خطاب بھی فرمایا۔ اس طرح کا تیسرا مظاہرہ پنڈی گھیپ میں کیا گیا۔ اس میں بھی رفقاء کے علاوہ احباب بھی شریک ہوئے۔ مقامی اخبارات نے اس مظاہرے کو مناسب کوریج دی۔ چوتھا مظاہرہ مورخہ 11/اگست کو ایبٹ آباد میں کیا گیا۔ جس میں مقامی رفقاء کے ہمراہ حلقے سے محمد طفیل گوندل ناظم مالیات اور عبدالغفور معتمد حلقہ نے بھی شرکت کی۔ پانچواں مظاہرہ 17/اگست کو شنکیاری مانسہرہ میں ہوا۔ جس میں مقامی رفقاء کے علاوہ حلقے سے محمد طفیل گوندل اور لاہور سے اشرف وصی صاحب بھی شریک ہوئے۔

(3) تنظیم اسلامی حلقہ سرحد شمالی کا مظاہرہ

تنظیم اسلامی حلقہ سرحد شمالی (تیمرگرہ) نے 17/اگست بروز اتوار عراق فوجیں بھیجنے کی امکانی پالیسی کے خلاف ایک پرامن اور خاموش مظاہرہ کیا۔ مظاہرین بینرز اور کتبے اٹھائے ہوئے تھے جن پر عراق فوج بھیجنے کی پالیسی پر تنقیدی نعرے درج تھے۔ پرامن جلوس دفتر تنظیم اسلامی واقع اتفاق پلازہ بلامبٹ روڈ سے پورے تیمرگرہ بازار کا چکر لگانے کے بعد واپس روانگی کے مقام پر پہنچ کر اختتام ہوا۔ اس مظاہرے کے دوران عراق میں فوج بھیجنے کے حکومتی فیصلے کے خلاف تنظیم اسلامی کی پالیسی اور دلائل پر مشتمل ہینڈبل بھی تقسیم کیا گیا۔

ان مظاہروں کے دوران بینرز اور پلے کارڈز کی چند عبارات درج ذیل تھیں:

- مظلوم کے مقابلے میں ظالم کا ساتھ دینا (بجائے خود) بہت بڑا ظلم ہے۔
- پاکستانی افواج کو مظلوم عراقی عوام کے خلاف استعمال نہ کیا جائے۔
- مظلوم عراقی عوام کی جدوجہد آزادی کو کچلنے کی کوئی بھی کوشش جرم عظیم ہوگی۔
- ہم پاکستانی فوج کو عراقی مسلمانوں کے خلاف استعمال کرنے کی اجازت نہیں دے سکتے۔
- پاکستانی فوج کو کسی صورت میں عراق نہ بھیجا جائے۔
- UNO کہہ بھی دے تب بھی پاکستانی فوج کو عراق نہ بھیجا جائے۔
- پاکستانی فوج کا عراقی عوام کے خلاف استعمال دینی' قانونی اور اخلاقی ہر لحاظ سے غلط ہے۔
- کیا ہم ظالم امریکہ کی حمایت کریں گے مظلوم عراقی عوام کے خلاف؟ ہرگز نہیں۔
- عراق میں پاک فوج بھجوانا ہمیں عالم اسلام میں رسوا کردے گا۔

(4) تنظیم اسلامی سرگودھا کی احتجاجی ریلی

10 تاریخ بروز اتوار تنظیم اسلامی سرگودھا کے زیر اہتمام احتجاجی ریلی کا اہتمام کیا گیا۔ اس ریلی میں سرگودھا' سلانوالی چک نمبر 27 ساہیوال اور جوہرآباد کے رفقاء نے بھی بھرپور حصہ لیا۔ اتوار کو دفتر تنظیم اسلامی میں 10 بجے اجلاس ہوا جس میں ریلی کی تفصیلات طے کی گئیں۔ اظہار خیال کے علاوہ ریلی کا راستہ اور طریق کار طے کیا گیا۔

مسجد جامع القرآن میں تمام رفقاء نے اللہ سبحانہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنے اور اس کی رضا کے حصول کے لئے دو دو نفل ادا کئے اور اجتماعی دعا کے بعد اللہ کا ذکر کرتے ہوئے ریلی کا آغاز کیا۔ شرکاء تمام راستے ذکر میں مشغول رہے۔

11 بجے سے ڈیڑھ بجے تک کلیار موڑ سے آغاز کرتے ہوئے یہ احتجاجی ریلی مسلم بازار' شربت چوک سے ہوتی ہوئی امام بارگاہ اور تکہ چوک پہنچی جہاں تھوڑی دیر رک کر خاموش پرامن مظاہرہ کیا گیا۔ بعدازاں فیصل بازار سے ہوتی ہوئی یہ ریلی اردو بازار اور گول چوک میں حسب پروگرام پہنچی جہاں پریس والے بھی آچکے تھے اور عوام بھی اپنے شہر میں اس نرالی وضع کا مظاہرہ دیکھ کر پسندیدگی کا تاثر دے رہے تھے۔ گول چوک کا مکمل چکر لگاتے ہوئے کچہری بازار سے ہوتی ہوئی یہ ریلی امین بازار اور کارخانہ بازار چوک میں پہنچی اور اپنی طے شدہ مظاہراتی پوزیشن سنبھال لی۔ یہ ریلی یہاں سے چل کر شاہین چوک میں دس منٹ مظاہرہ کے بعد اختتام پذیر ہوئی اور کاروان واپس دفتر تنظیم اسلامی میں پہنچا۔ نماز ظہر باجماعت ادا کی۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ موسم کی سختی کے باوجود اللہ پاک کے فضل وکرم سے سفر خیریت سے طے ہوا۔ (رپورٹ: ملک خدابخش سرگودھا)

حلقہ سندھ زیریں کے فیکس نمبر میں تبدیلی

حلقہ سندھ زیریں کا فیکس نمبر یکم ستمبر 2003ء سے تبدیل ہورہا ہے۔

نیا فیکس نمبر: 021-4994247 ہوگا۔

دعائے مغفرت

حلقہ گوجرانوالہ کے ناظم دعوت وتربیت محترم خادم حسین صاحب کے بہنوئی قضائے الٰہی سے وفات پاچکے ہیں۔ رفقاء گرامی سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

brought from God to humanity. **So where is the brilliant discovery?**

A similar case can be made for the arguments around the word "revelation." The author had to go to Aramaic or what he calls "something closer to Aramaic" to inform us that it actually means "teaching" of the ancient scriptures. He may be referring to the word "*wahye*" in Arabic, which means teaching, revelation, suggestion, setting instinct, putting the law of order to things, intuitive ideas, outbursts of thoughts and creativity. *Wahye* described scriptures, the nature of the heavens and earth, the instinct of the bees, the flow of poetry, etc. So there is no new "revelation" that Luxenberg is bringing here. **What *Newsweek* slips in about Egyptian court, Nasre AbuZaid, Fatwa, etc. is opportunistic journalism, not fitting the standard of the magazine.**

Dr. Maher Hathout is the senior advisor the Muslim Public Affairs Council, and spokesperson for the Islamic Center of Southern California.

Right Assessment, Wrong Conclusions

By: Abid Ullah Jan

Unlike most of its anchor columnists, doing incorrect assessments to reach wrong conclusions, the *New York Times* editorial writers usually do correct assessments only to reach the same wrong conclusions.

The best example is its August 09, 2003 editorial, titled "Belated Help for Afghanistan." It sets a graceful tone of admitting the reality from the first line. It says, 21 months "after American-backed forces drove the Taliban from Kabul, Afghanistan remains a long way from recovery and stability." Surrendering to the reality it adds, the power of the US installed puppet regime "barely extends beyond Kabul."

However, saying that Karzai is in control of Kabul is also a bit exaggeration, because Kabul is not a small place. In fact, a Canadian Afghan called this scribe from Kabul the other day and summed up the situation in a few words: "Karazi's government is a government over five kilometers."

Elsewhere, according to the *New York Times*, "warlords maintain their own security forces, collect their own taxes and otherwise undermine the government's authority." The startling part of the analysis reveals, "the Pentagon spends $10 billion a year on the 9,000 American troops fighting Taliban remnants," whereas "the administration has spent less than $1 billion on reconstruction so far."

Instead of raising some legitimate questions, doing the right comparisons and impartial evaluation, the editorial comes up with some funny concluding suggestions. It asks for "several thousand additional troops," "new mandate from the Security Council," and "additional contributions from Europe and Japan."

Would all this help remove "Taliban remnants"? What kind of remnants the US face that it could not remove despite the overwhelming military force and $10 billion a year? At this rate, the spending will become $20 billion this November. Its not joke.

Let us do a quick comparison. The Afghans were fed up with the Taliban. Right? Still the Taliban controlled 90 per cent of the country and there was no mass killings of the kind we are witnessing since their departure. Why is it so that Afghan people loved to see the Taliban gone, yet they did not allow Karazai government to extend beyond 5 kilometers? It is far less than one percent of the total land. Who controls the rest? Remnants and terrorists?

Continue the comparison. The Taliban's military and economic strength was far below what is at the U.S. disposal in Afghanistan. How could they maintain law and order over 90 percent of the land? Through oppression because they were "murderous thugs"? If so, count the opponents to both the Taliban and Karzai regimes killed in five and two years respectively — subtract US human right abuses and torture facilities, such as Guantanamo bay, from the Taliban side of the equation. But the US is up against terrorists, the *New York Times* may argue. So were the Soviets. Think about the results.

The problem is that the so-called reliable mainstream media does not ask the right questions. The *New York Times* editorial is a typical example of how it analyses 2 and 2 separately, but never tries to put these together. It was supposed to ask, how long would the US need "several thousand additional troops and new mandate from the Security Council" to protect a government over five kilometers?

It is not only the matter of five kilometers. According to a reliable source, the murderous warlords of the Northern Alliance have such a stronghold that Karzai can neither appoint nor remove a person from very insignificant positions in Kabul. Almost everyone in Kabul knows how Director General Din Muhammad Jur'at, a Panjsheri, beat Interior Minister Taj Muhammad Wardak to death. The Minister's crime was to issue transfer orders of the DG. The question for the *New York Times* to ask is, Will the billions of US dollars and years of protection ever bring legitimacy to Karazai's regime?

Will it end the much-hyped phenomenon of terrorism? The editorial concludes that the US "paid a terrible price for not doing more to stabilize Afghanistan after the Soviet withdrawal" in the form of September. It is simply an attempt to blind its readers to the reality that just like Karzai, the Taliban were the creation of the US and its puppets in Pakistan.

The issue was that the Taliban grew too big for the shoes the US was trying to put them into. The US is not paying the price for not interfering in Afghanistan after the Soviet withdrawal, but for not allowing the people all over the Muslim world to live according to their free will.

The price will become heavier, not because the US repeats its mistake. But because: a) the US has chosen to come out of its comfort zone to the battle field, where many were anxious to have them on the ground, b) it continues to impose unpopular regimes with brute force and dollars, c) it is underrating genuine resistance of the people to its occupation — both in Afghanistan and Iraq — as revenge of the remnants and d) its media continues to support the government in blinding its public to the realities on the ground.

◈ ◈ ◈

Vol : 12 Regd.No.LRL-50 No.31
Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

Response to "Challenging the Qur'an" Article in Newsweek

By: Dr. Maher Hathout

The article published in *Newsweek* ("Challenging the Qur'an," July 28) defies categorization and hence troubles whoever may like to respond to it. It claims to draw on excerpts from academic research containing "bomb shells" that could produce "a new interpretation of the Qur'an."

The article claims Professor Luxenberg's is "likely to be the most far reaching scholarly commentary on the Qur'an's genesis, taking this infant discipline far into uncharted and highly controversial territory." Who is Luxenberg? An unknown scholar writing under a pseudonym. The "scholar" is hiding his name for fear of repercussions, despite the fact that several people have written on the same subject in the past and present without taking such a precaution.

The professor works at an unnamed "leading German university" and his research is acclaimed by "Moudher Sfar" - probably another pseudonymed scholar from Tunisia we've never heard of. So much for academic credibility. Pending availability of the original paper and the author's real name, this is little more than a pseudo-academic piece published in a non-academic magazine. Thus, any response must pick through the bits and pieces scattered on the pages of *Newsweek* and conduct a point-by-point analysis.

Describing Luxenberg as one of a small but growing group of scholars studying the language and history of the Qur'an is amazingly wrong. For 1400 years, there have always been groups in the East and West of Muslims and non-Muslims, faithful and skeptical, who wrote volumes about the history and language of the Qur'an. The unknown author here is neither a pioneer nor a hero. Muslim scholars, including the likes of the Muatazelite school, Imam Zamakhshari, Al-Tabary, and countless scholars (of various readings of the Qur'an) are hard to count. There are also so many Western scholars and Orientalists who wrote about the subject in abundance that some of them would be restless in their graves if they read the claims in *Newsweek*.

The article surmises that "translations of the Qur'an are never considered authentic." Translations are judged as either accurate or inaccurate. No translation is authentic. When you translate Shakespeare to French or Voltaire to English, you may be accurate or not but the work will never be authentic, simply because it is not what was said by the original author. To make this sound like a peculiarity for the Qur'an or a particular thinking of Muslims lacks academic objectivity.

Luxenberg's chief hypothesis is that the original language of the Qur'an was not Arabic, but "something close" to Aramaic. What is the meaning of "something close?" What is it? Where is it? Who would understand it? Who will understand something close to English or German? These are questions that any semi-academic mind would ask.

He asserts that Arabic as a language and system of writing was not developed until 150 years after the death of Prophet Muhammad. This strange assertion contradicts the major volume of pre-Islamic poetry, which is used even today to help in understanding and interpreting the Qur'an.

This poetry includes seven famous pieces that students study in middle schools throughout the Arab world, known as "Al Muallaquat." This refers to poems that were hung on the walls of the Kaaba as exhibitions of the best literary work in the pre-Islamic era. (The Kaaba, a cubic temple, has always been attributed by Arabs to the patriarch prophet, Abraham.) It also contradicts the *Encyclopedia of Literature* by Merriam-Webster, which states, "The intermittent revelations to Muhammad were first memorized by followers and used in ritual prayers, although verses were later written down during the Prophet's lifetime."

We have in Al-Azhar library a manuscript "explaining the unusual styles in the Qur'an" written by Imam Sagistani 153 years after the migration to Medina, in perfect classical Arabic. When we look to what is known as Christian Aramaic, we notice that Jesus spoke in Aramaic, while the gospels are written in Greek. It is far fetched that the Gospel would be written in Greek while the Qur'an would be written in Aramaic.

We notice that Christian Aramaic, "which is actually the Syrian language was the literally language of the City of Edessa (now Urfa in Southeast Turkey) became the tongue of the entire eastern wing of the church from about the third century C.E. down until past the Muslim conquest." Obviously the Muslim conquest was carrying with it the Arabic Qur'an.

So the process upon which the rereading of the verses in Aramaic is false and as Muslims jurists wisely say, "what is built on fallacy is false."

Then he talks about "*houris*," which are allegorically symbolic beings of bliss in paradise, as being raisins and fruits. It is his prerogative but this does not provide anything supernatural to look forward to the life of eternity.

It seems that what he was referring to as raisins is "*kawaib.*" **He challenges what he claims as the Arabic meaning of "beings with swollen breasts," while if he had known Arabic, he would have understood the term as "beings of distinction." For this translation, we refer him to a real Austrian scholar on the language of the Qur'an, later known as Muhammad Asad (Review *The Message of the Qur'an*).**

The claim that the Qur'an's commandment to women in surah 24 to "snap their scarves over their bags" becomes in Aramaic "snap their belts around their waists." I challenge the professor to show us where he brought this verse of snapping from? Qur'an is available and surah 24 is easy to read.

In the *Newsweek* article, Luxenberg writes, "Even more explosive are the readings that strengthen scholars' views that the Qur'an had Christian origins. Surah 33 calls Muhammad the 'seal of the prophets.' In Aramaic, the word 'seal' means witness so he must be a witness of the Prophets." We really don't need all these acrobatics to prove a meaning that has been mentioned clearly in several areas of the Qur'an. Muhammad was a witness just as believers are witnesses, and Muhammad followed the good models of other prophets who came to testify for and confirm the truth they